إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ
صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (القرآن)

(بے شک اللہ تو اُن کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں)

اسلام کے چار (۴) عظیم جرنیل رض

اور

اُن کے حیرت انگیز کارنامے

حضرت سعد رض بن ابی وقاص (فاتح ایران)
(۲) حضرت خالد رض بن ولید (فاتح عراق و شام)
حضرت ابو عبیدہ رض بن الجراح (فاتح شام)
(۴) حضرت عمرو رض بن العاص (فاتح مصر و فلسطین)

مرتبہ: حفیظ اللہ خان منظر

رابعہ بک ہاؤس، بخشی مارکیٹ، انارکلی، لاہور

ناشر ـــــــــــ حفیظ اللہ خان منظر

ادارہ ـــــــــــ رابعہ بک ہاؤس لاہور ۲

بارِ اوّل ـــــــــــ ۱۹۸۱ء

خوشنویس ـــــــــــ حسین احمد گیلانی تلمیذ سید نفیس رقم مدظلہ العالی

تعداد ـــــــــــ ایک ہزار

مطبع ـــــــــــ آرگیو پرنٹرز لاہور

ملنے کا پتہ ـــــــــــ حفیظ اللہ خاں منظر۔ مکان ۶ گلی ۲۹

بی بی پاک دامن۔ لاہور

قیمت ـــــــــــ 18/0 روپے

انتساب

بحضور

سرورِ کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ماخذ

قرآن الحکیم ——— احادیثِ نبوی ﷺ

تاریخِ اسلام ——— مؤلفہ عبدالرحمان شوق

عشرۂ مبشرہ ——— قاضی حبیب الرحمان

شاگردانِ رسولِ انام ﷺ ——— غلام دستگیر نامی

حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت سعدؓ بن وقاص ——— غلام دستگیر نامی

الفاروقؓ ——— علامہ شبلی نعمانیؒ

کاروانِ اسلام ——— رئیس احمد جعفری

اکابرِ اسلام کے آخری لمحات ——— مولانا ابوالکلام آزاد

خالدؓ جرّار ——— غلام دستگیر نامی

خالدؓ بن ولید ——— سید نظر زیدی

خالدؓ بن ولید ——— خورشید احمد انور

الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ——— شہاب الدین ابی الفضل بن علی بن حجر العسقلانی (مطبوعہ بیروت)

تاریخ الخمیس ——— الامام الشیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکیری (مطبوعہ بیروت)

شجرۂ نسب چار کشور کشا صحابہؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فہد بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن یضر بن نزار بن مو بن علمان

غالب
لوی
کعب

مرہ
عدی — حضرت عمر فاروقؓ کے جدِ اعلےٰ
ہصیص — حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر و فلسطین کے جدِ اعلیٰ

حارث
عامر جراح
عبد اللہ — حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح فاتح شام

کلاب
تیم — حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جدِ اعلےٰ
یقظہ
مخزوم — حضرت خالد بن ولیدؓ فاتح عراق و شام کے جدِ اعلےٰ

قصی
عبد مناف
ہاشم — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ اعلیٰ
عبد الشمس — بنی امیہ کے جدِ اعلیٰ

زہرہ
عبد مناف
اہیب
مالک — حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران
وہب
سیدہ آمنہؓ والدہ رسول اللہ

إن الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كأنهم بنيان مرصوص

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

پیشِ لفظ

دنیا بھر کی تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ قرنِ اوّل کے مسلمان مجاہدین شجاعت اور بہادری میں یکتا و بے مثال تھے۔ ان کی قلیل تعداد بھی دشمن کی کثیر تعداد پر اکثر بھاری رہی۔ ان کے عزم اور پیش قدمی نے دشمن کی مضبوط صفوں کو بھی چیر کر رکھ دیا۔ توپوں کی آگیں ٹھنڈی کر دیں۔ ان کے نیزوں کے سامنے فیل نشین بھی جم کر نہ لڑ سکے۔ تلواروں کے دھنی ہونا تو اُن کا خاصہ اور کمال تھا۔ مگر خدا کے کرم و فضل سے ہمارا

ع بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس کے برعکس اسلام کے دیگر عظیم جرنیلوں کا تو کیا کہنا۔ ان کی سیاست اور مہارتِ جنگ مشعلِ راہ ہے۔ دنیا بھر کے ترقی یافتہ اور سند یافتہ غیر مسلم جرنیل ہمارے عظیم جرنیلوں کے شاندار کارناموں سے ضرور بضرور متاثر ہوتے ہوں گے۔

مخالفینِ اسلام اسلام کو جہاد کا مذہب کہتے ہیں اور اس کی ترقی اور پھیلنے کا سبب جنگ اور تلوار بتاتے ہیں۔ مگر وہ تاریخ کے ان سینکڑوں صفحوں کو پڑھ جانے کے بعد ذرا بھر بھی غور نہیں کرتے۔ جن میں مسلمانوں پہ اور ان کی بے گناہ عورتوں، بوڑھوں اور معصوم بچّوں پر مکہ اور شعبِ ابی طالب میں جو ظلم اور ستم توڑے گئے اور آب و دانہ بند کر دیا گیا۔ باہمت مسلمانوں نے

تین سال تک درختوں کے پتے کھا کھا کر اپنی بھوک کو مٹایا اور چمڑہ بھگو بھگو کر پیاس کو بجھاتے رہے۔ آخر خدا نے ان کی مدد فرمائی۔ اسلام جوں جوں پھیلتا پھولتا جاتا تھا۔ توں توں دشمنوں کی نیندیں حرام ہوتی جاتی تھیں اور وہ پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں پر سختیاں کرنے لگے تھے۔ کئی شہید کر دیئے گئے۔ اور اہلِ اسلام کو تنگ اور پریشان کرنے کا ایک بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کچھ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ تو وہاں بھی ان کا تعاقب کر کے انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیا گیا۔ غرض مجبور و بے کس مسلمانوں کا عرصۂ حیات ایسا تنگ کیا گیا کہ وہ اپنا آبائی شہر (مکہ) اور گھر بار بھی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اور خالی ہاتھوں اپنی جانیں بچاتے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں بھی مخالفین نے مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیا اور ان پر زبردستی جنگ ٹھونس دی گئی۔ آخر کار وہ اپنے تحفظ اور دفاع کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں مسلمانوں کے شاملِ حال ہو گئیں۔

اگر اسلام کی اصلیت کا حال معلوم کرنا چاہو۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اسلام کا قتل و خون ریزی سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو انصاف پروری اور صلۂ رحمی کا درس دیتا ہے۔ برائی کرنے والوں کے ساتھ درگزر کرنے اور خطا کاروں کو بھی معاف کر دینے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ ان امور کے مطابق قرآن شریف اپنے ماننے والوں کو یہ ہدایت کرتا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ط إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ه وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ	اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو۔ جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور انہیں قتل کرو جہاں پاؤ۔ اور انہیں نکال دو جہاں

مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ	سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فساد
اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ	قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى	(بیت اللہ) میں ان سے نہ لڑو۔ جب تک
يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ج فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ	کہ وہ تم سے یہاں نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم
فَاقْتُلُوْهُمْ ط كَذٰلِكَ جَزَآءُ	سے لڑیں تو تم بھی انہیں قتل کر دو۔ کافروں
الْكٰفِرِيْنَ ہ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ	کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہ وَ	بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے اور
قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ	ان سے یہاں تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے
فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط فَاِنِ	اور اللہ کا دین قائم ہو جائے۔ اگر وہ باز
انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا	آجائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر سختی
عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ہ (البقرۃ)	جائز نہیں۔

اسلام اور جہاد لیکن جہاد کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنا دفاع کر سکیں اور حق اور اہل حق کے سر چڑھنے والے دشمنوں کو ان کی عداوت اور شرارت کا معاوضہ دیا جا سکے۔ تاکہ پھر وہ لوگ خدا کے بندوں کو ستانے اور حق کو دنیا سے مٹا دینے کا خیال دل سے نکال دیں۔

جزیہ ہاں صرف حفاظتِ جان و مال اور قیام امن کی ذمہ داری کے لیے جو مسلمان کو مفتوحہ اقوام کے واسطے برداشت کرنا پڑتی تھی۔ ان پر ایک خفیف سا ٹیکس (جزیہ) کے نام سے لگایا جاتا تھا۔ اور وہ بھی صرف ان لوگوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ جو صاحب استطاعت تندرست اور کاروبار کرنے کے قابل ہوتے تھے۔ اس خفیف سی رقم کے بالمقابل مسلمانوں کے فرائض یہ ہوتے تھے۔ کہ ذمی رعایا کو ہر طرح امن و آزادی سے بہرہ ور کریں اور اپنے سایۂ عاطفت میں ان کو پابندی

عقائد، آبادِ معابد، پیروئیِ رسم و رواج اور ایسے ہی ہر ایک معاملہ میں بلا مزاحمت مصروف ہونے کا موقع دیں اور ان پر کسی طرح کا ظلم و ستم نہ ہو۔

چنانچہ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بروقت تقرر اپنے سپہ سالاروں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ کہ گوشہ نشین، عبادت گزاروں، تارکِ دنیا، فقیروں کی پوری طرح عزت کرنا، بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو جو شریکِ جنگ ہونے سے معذور ہوں یا وہ لوگ جن کو جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ ذمّی رعایا کو تکلیف نہ پہنچانے اور ان کے حقوق کا خیال رکھنے کے متعلق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہ ارشاد ہوا کرتا تھا۔

لَهُمْ مَا لَنَا وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْنَا	ان پر ہمارے حقوق ادا کرنے واجب ہیں اور ہم پر ان کے حقوق کا خیال رکھنا لازم۔ یا
مَنْ اٰذٰى ذِمِّيًّا فَلَيْسَ مِنَّا۔	جس شخص نے کسی ذمّی کو ستایا وہ ہماری جماعت سے خارج ہے۔

الحاصل اب ہم اسلام کے چار عظیم جرنیلوں حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح اور حضرت عمروؓ ابن العاص کے اور ان کے بہادر ماتحتوں کے سچے، حیران کن اور بے مثال جنگی تاریخی واقعات نذرِ قارئین کرتے ہیں اور رب العالمین کی بارگاہ میں دُعا کرتے ہیں۔ کہ

"اے اللہ ان کے ذکر کو اور بھی بلند فرما" آمین۔ ثم آمین

خادمِ
خادمانِ اسلام
حفیظ اللہ خان منظر خورجوی

سخنِ چند

"دی ہسٹورین آف دی ورلڈ" مطبوعہ لندن کی ۲۵ جلدوں میں ایک جلد متعلق تاریخِ عرب کے صفحہ ۱۲۵/۱۵۰ میں لکھا ہوا ہے کہ خالد اور عمرو جیسے نامور پہلوانوں کا مسلمان ہو جانا کسی عظیم الشان جنگوں میں فتح پانے سے زیادہ اہم تھا۔ خالد اپنے وقت کا بڑا جرنیل تھا۔ خاص اِس کی دلاوری اور تدبیر سے عربوں نے باغیوں کو مطیع کر لیا۔ شام فتح ہوا۔ اسلام اور نظامِ سلطنت مستحکم ہو گیا۔ اس کی بے مثال بہادری کی وجہ سے نہ صرف عرب بلکہ اس کے دشمن یونانی مصنفین بھی اسے خدا کی تلوار کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔

مسٹر ایڈورڈ گبن اپنی کتاب "ڈی کلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" کے صفحہ ۱۸۴ میں رقمطراز ہیں۔ کہ:-

"خالدؓ اور عمرو بن العاص دو شخصیتیں تھیں جو بت پرستی سے بیزار ہو کر اسلام میں آئے۔ ان سے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مشن کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ (ایک (خالدؓ) نے شام فتح کر کے مسلمانوں کو دے دیا۔ دوسرے (عمرو بن العاص) نے مصر۔

یہی مورخ صفحہ ۱۸۵ میں جنگِ موتہ میں زید کو سالارِ فوج مقرر کرتے پر لکھتا ہے کہ اسلامی حسنِ ترتیب اور جوشِ مذہبی کا اثر تھا۔ کہ سب نے ایک غلام کی ماتحتی قبول کر لی۔ تین سالاروں کے کام آنے پر گرتے ہوئے جھنڈے کو خالد نے بچا لیا۔ جو مکے کا نو مسلم تھا۔ لڑتے لڑتے اس کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ اس کی

شجاعت کام آئی اور عیسائیوں کی کثیر تعداد فوج (ایک لاکھ تین ہزار کے مقابلے میں) پسپا ہوئی۔ مسلمانوں نے اسے باہمی مشورے سے سالار منتخب کیا تھا۔ خالدؓ نے اس دن نئے ڈھنگ سے لشکر کو ترتیب دیا اور فتح یاب فوج کی بے ضرر واپسی میں کامیاب ہوا اور حضورؐ سے عطا کردہ شاندار خطاب "سیف اللہ" سے ممتاز ہوا۔

مسٹر گبن کی ایک دقیق رائے یہ ہے کہ ہیبت اور بے باک بہادر خالد کے نام کی دہشت سے وہ تمام قومیں مطیع ہو گئیں جو فرات سے بحیرۂ احمر تک پھیلی ہوئی تھیں اور پھر کسی کو سرزمین عرب پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

(کتاب "زندگانی محمد" صہ ۱۸۹ مطبوعہ ایران)

جرمی زیدان ایک عیسائی مورخ ہیں ان کا مقولہ ہے کہ:

"مسلمانوں کی فتح کی جرأت اور اس میں امداد صرف ان کے مذہب نے دلائی اور اپنی فتح مندی پر ان کے سچے دلی اعتقاد نے جس کے ساتھ ان کی شہسواری اور تیراندازی کی مہارت جسمانی قوت اور سادہ زندگی بسر کرتے رہنے سے مستعدی کی عادت۔ لڑائی کو طول دینے کا ڈھنگ اور ان کی قوم میں اہل الرائے اور شجاع افراد کا پیدا ہونا بھی شریک تھا۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ ان کی انصاف پسندی داد گستری اور مہربانی تھی۔ جو وہ مفتوح رعایا کے ساتھ برتتے تھے۔ ان صفات کے باعث دس برس سے کچھ ہی زائد عرصہ میں انہوں نے شام فلسطین، مصر عراق اور فارس کی سلطنتوں پر قبضہ کر لیا اور حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں ان تمام مقامات پر ان کا کامل تسلط ہو گیا۔"

("تاریخ اسلام" جلد دوم صہ ۲۶۳ مؤلفہ عبدالرحمٰن شوق)
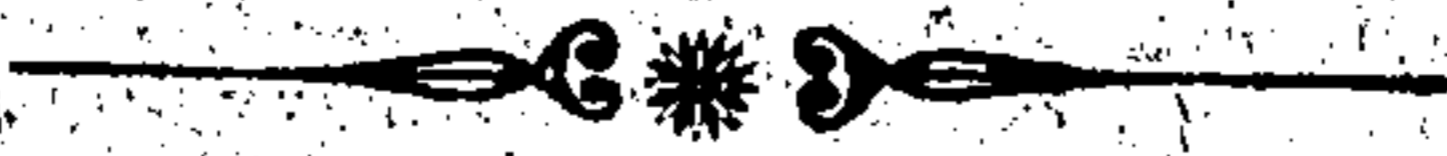
فاتح ایران

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ

نام:- سعدؓ   پیدائش:- (مکہ) ہجرت سے ستائیس۲۷ برس قبل

وفات:- (مدینہ) ۵۵ھ   عمر:- بیاسی۸۲ سال

شجرۂ نسب سعدؓ بن ابی وقاص کے نام سے معروف ہیں۔ ابی وقاص کا نام مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔ آپؓ کی والدہ جناب حمنہ بنت سفیان امیہ بن عبد الشمس ہیں۔ شجرۂ نسب سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا عبد مناف بن قصی کے چچازاد ہم نام بھائی عبد مناف بن زہرہ کے پڑپوتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ سعد بن وقاص کے دادا اہیب کی بھتیجی تھیں۔ اسی نسبت سے حضرت سعدؓ حضورؐ کی والدہ محترمہ کے چچازاد بھائی اور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ حضورؐ فخر یہ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ میرے ماموں ہیں۔ کوئی ایسا ماموں پیش تو کرے۔"

قبول اسلام حضرت سعدؓ بن وقاص ابتدائے بعثت ہی سے اسلام لے آئے تھے۔ آپؓ چوتھے مسلمان ہیں۔ آپؓ کا اپنا بیان ہے کہ قبولِ اسلام کے وقت میں سترہ سالہ نوجوان تھا۔ آپؓ کی بیٹی سیدہ عائشہؓ آپ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے مسلمان ہونے سے قبل خواب دیکھا کہ میں کسی تاریک جگہ پر کھڑا ہوں۔ جہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ یکایک ایک چاند روشن ہو گیا ...

اس کی طرف چلا اور یہ دیکھ رہا ہوں کہ کون کون سبقت لے گئے ہیں۔ میں نے
بن حارثہ، علیؓ بن ابی طالب اور ابوبکر رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا
لوگ کب پہنچے۔ انہوں نے کہا ابھی ابھی۔ اس خواب سے چند روز بعد سننے میں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ دعوتِ اسلام دے رہے ہیں۔ چنانچہ میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر اجیاد کی گھاٹی میں مسلمان ہو گیا۔"

فضائل | حضرت سعدؓ عشرۂ مبشرہ (دس صحابہ قطعی جنتی جنہیں رسولِ خدا نے دنیا
میں ہی جنت کی بشارت دی) میں ہیں اور اصحاب شوریٰ کے چھ ارکان
میں سے ایک ہیں۔ آپؓ فخرِ اسلام، صاحب جہاد و عظیم فتوحات فخیم ہیں۔ فتح ایران
آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

خدمات | غزوۂ بدر، احد، احزاب اور حنین میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہم رکاب رہے آپ زبردست تیر انداز تھے۔

"اے سعدؓ تجھ پر میرے ماں باپ قربان" جناب سعد بن ابی
وقاص جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے
ہوئے دشمنوں پر تیر برسا رہے تھے۔ رسولِ خدا اپنے دستِ مبارک
سے انہیں تیر عنایت فرماتے اور زبان مبارک سے "ارم فداک
ابی و امی" فرماتے جاتے یہ لو تیر اور کافروں پر چلاؤ۔"

اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ آپؓ نے غزوۂ احد کے دن دشمن پر ایک ہزار تیر چلائے
خلیفۂ دوم حضرت فاروقِ اعظمؓ کے عہد میں آپؓ ایک مدت تک والیٔ عراق
رہے پھر والیٔ کوفہ بنا دیئے گئے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی آپؓ کو کوفہ کا والی
بنا دیا تھا۔ شہر کوفہ اور نہر سعد آپ ہی کے عہد ولایت کی یادگار ہیں۔

عہد فاروقِ اعظمؓ میں | ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ (۲۳ اگست ۶۳۴ء)

خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے امیر المومنین منتخب ہو کر ابو عبیدہؓ بن مسعود ثقفی کو عراقی افواجِ اسلامیہ کا سالارِ اعظم مقرر کیا۔ جنہوں نے ایرانیوں کا بمقام کسکر، نرسی کی فوج کو شکست دے دی اور علاقہ سواد فتح کر لیا۔
پھر باتسنیا پر جالینوس کو مار بھگایا اور رستم کی بھیجی ہوئی ہاتھیوں والی فوج کا نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ ایک مست ہاتھی کی سونڈ جب انہوں نے کاٹی تو اس نے پاؤں تلے دبا کر اس دلیر سپہ سالار کو پیس دیا۔ اس کے بعد فوج کی کمان حضرت مثنیٰ ابن حارثہ نے سنبھالی۔ بمقام بویب مصر کے رن پڑا۔ ایرانی سپہ سالار مہران مارا گیا۔ ایک لاکھ ایرانی سپاہی ہلاک ہوئے۔ مگر ایک سو مسلمان کا نقصان ہوا۔ اس شکستِ عظیم سے ایرانیوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی اور بڑے جوش سے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے فوجیں اکٹھی کیں۔

حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی تو فوراً مثنیٰؓ کو حکم بھیجا کہ فوجوں کو ہر طرف سے سمیٹ کر عرب کی سرحد کی طرف ہٹ آؤ۔ اور بحیرۂ مصر کے قبائل جو عراق کی حدود میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو طلبی کا حکم بھیج دو کہ تاریخ معینہ پر جمع ہو جائیں۔ اس کے ساتھ خود بڑے سازوسامان سے فوجی تیاریاں کیں، ہر طرف نقیب دوڑائے کہ اضلاعِ عرب میں جہاں جہاں کوئی بہادر رئیس، صاحب تدبیر، شاعر، خطیب، اہل الرائے ہو تو فوراً دربارِ خلافت میں آئے۔ چونکہ حج کا زمانہ آچکا تھا۔ خود مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے اور حج سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہر طرف سے قبائلِ عرب کا طوفان امڈ آیا سعدؓ بن وقاص نے تین آدمی بھیجے۔ جن میں سے ایک ایک شخص تبلیغ و علم کا مالک تھا۔
حضر موت، صدف، مذحج، قیس، عیلان کے بڑے بڑے سردار ہزاروں کی جمعیت لے کر آئے۔ مشہور قبائل میں سے یمن کے ہزار بنو تمیم و رباب کے چار ہزار جو آلا کے تین ہزار آدمی تھے۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ حج کر کے واپس آئے تو جہاں تک نگاہ جاتی تھی، آدمیو
جنگل نظر آتا تھا۔ حکم دیا کہ لشکر نہایت ترتیب سے آراستہ ہو۔ میں خود سپہ سالا
بن کر چلوں گا۔ چنانچہ ہراول پر طلحہؓ، میمنہ پر زبیرؓ، میسرہ پر عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو مق
کیا۔ فوج آراستہ ہو چکی تو حضرت علیؓ کو بلا کر خلافت کے کاروبار سپرد کیے۔ اور خ
مدینہ سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی اس مستعدی سے ایک
عام جوش پیدا ہو گیا اور سب نے مرنے پر کمریں باندھیں۔ صرار جو مدینہ سے تین م
پر ایک چشمہ ہے۔ وہاں پہنچ کر قیام کیا۔ اور یہ اس سفر کی گویا پہلی منزل تھی۔ چ
امیر المومنین کا خود معرکۂ جنگ میں جانا بعض مصلحتوں کے لحاظ سے مناسب نہ تھا
اس لیے صرار میں فوج کو جمع کر کے تمام لوگوں سے رائے طلب کی۔ عوام نے یک ز
ہو کر کہا کہ "امیر المومنین! یہ مہم آپ کے بغیر سر نہ ہوگی۔" لیکن بڑے بڑے صحابہؓ نے
معاملہ کا نشیب و فراز سمجھتے تھے۔ اس کے خلاف رائے دی۔ عبدالرحمٰن بن عوف
نے کہا۔ لڑائی کے دونوں پہلو ہیں۔ اگر خدانخواستہ شکست ہوئی۔ اور آپ کو کچھ صد
پہنچا تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر ایک پُر اثر تقریر کی اور
لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "میں تمہاری رائے پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔" لیکن اکابر
صحابہ اس رائے سے متفق نہیں ہوئے۔ الغرض اس پر اتفاق ہو گیا۔ کہ حضرت عم
خود سپہ سالار بن کر نہ جائیں۔ لیکن مشکل یہ تھی۔ کہ اور کوئی شخص اس بار گراں کے اٹ
کے قابل نہ ملتا تھا۔ ابو عبیدہؓ اور خالدؓ بن ولید شام کی مہمات میں مصروف تھے۔
حضرت علیؓ سے درخواست کی گئی تو انہوں نے انکار کیا۔ لوگ اسی حیص و بیص میں
کہ دفعتاً عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اٹھ کر کہا۔ کہ "میں نے پا لیا!" حضرت عمرؓ نے پوچھا
کون ؟ بولے "سعد بن ابی وقاصؓ"۔

روانگیٔ لشکرِ اسلامیہ

غرض جناب سعدؓ بن وقاص نے لشکر کا نشان چڑھا

مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے پاس اکیس ہزار فوج تھی ایرانیوں
جو لشکر مقابلہ کے لیے بھیجا۔ وہ ڈیڑھ لاکھ اعلیٰ درجہ کا اور سامانِ ضروری لیے ہوئے
حضرت سعدؓ نے فاروقِ اعظمؓ کو صورتِ حال سے مطلع کیا۔ تو آپ نے کہلا بھیجا
دشمن کی کثرت کا خوف نہیں۔ اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ ہاں ایک سفارت
یزدگرد کے پاس بھیجنا ضروری ہے۔ جو دربارِ ایران کو اسلام کی دعوت دے تاکہ بصورت
ایران پر وبال پڑے۔

انتخابِ سفراء سپہ سالار حضرت سعدؓ بن وقاص نے سردارانِ قبائل میں سے چودہ نامور اشخاص انتخاب کیے جو مختلف صفتوں کے لحاظ سے
عرب میں انتخاب تھے۔ یہ عطاردؓ بن حاجب، اشعثؓ بن قیس، حارثؓ بن حسان
عاصم بن عمرؓ، عمرو معدیؓ کرب، مغیرہ بن شعبہ، معنیؓ بن حارثہ قد و قامت اور ظاہری
رعب و داب کے لحاظ سے تمام عرب میں مشہور تھے۔ نعمانؓ بن مقرن، بسر بن ابی
رہم، حملہ بن جویۃ، حنظلہ بن الربیع التیمی، فراتؓ بن حیان العجلی، عدیؓ بن سہیل، مغیرہؓ بن
زرارہ عقل و تدبیر اور حزم و سیاست میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

ساسانیوں کا پایۂ تخت قدیم زمانے میں اصطخر تھا۔ لیکن نوشیرواں نے مدائن
کو دارالسلطنت قرار دیا تھا۔ اور اسی وقت سے وہی پایۂ تخت چلا آتا تھا۔ یہ مقام امیرِ
لشکر سعدؓ کی فرودگاہ یعنی قادسیہ سے تیس چالیس میل کے فاصلے پر تھا۔

روانگی سفراء یہ سفراء گھوڑے اڑاتے ہوئے سیدھے مدائن پہنچے راہ میں جدھر
گزر ہوتا تھا۔ تماشائیوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آستانہ
سلطنت کے قریب پہنچ کر ٹھہرے۔ اگرچہ ان کی ظاہری صورت یہ تھی کہ گھوڑوں
پر زین اور ہاتھوں میں ہتھیار تک نہ تھا۔ تاہم بیباکی اور دلیری ان کے چہروں سے
ٹپک رہی تھی اور تماشائیوں پر ایک خاص اثر پڑتا تھا۔ گھوڑے جو سواری میں تھے۔

رانوں سے نکلے جاتے تھے اور بار بار زمین پر ٹاپ مارتے تھے۔ چنانچہ ٹاپوں کی آواز یزدگرد کے کان تک پہنچی۔ اور اس نے دریافت کیا۔ یہ کیسی آواز ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلام کے سفراء آئے ہیں۔ یہ سن کر بڑے سروسامان سے دربار سجایا اور سفراء کو طلب کیا۔ یہ لوگ عربی جبے پہنے کاندھوں پر یمنی چادریں ڈالے ہاتھوں میں کوڑا لیے موزے چڑھائے دربار میں داخل ہوئے۔ پچھلے معرکوں نے تمام ایران میں عرب کی دھاک بٹھا دی تھی۔ یزدگرد نے سفیروں کو اس شان سے دیکھا تو اس پر ایک ہیبت طاری ہوئی۔

ایرانی عموماً ہر چیز سے فال لینے کے عادی تھے۔ یزدگرد نے پوچھا کہ عربی میں چادر کو کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا برد۔ اس نے (فارسی کے معنی کے لحاظ سے) کہا "جہاں برد" پھر گھوڑے کی عربی پوچھی۔ ان لوگوں نے کہا "سوط" وہ "سوفت" سمجھا اور بولا کہ "پارس راسوختند" ان بدفالیوں پر سارا دربار برہم ہوا جاتا تھا۔ لیکن شاہی آداب کے لحاظ سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ پھر یہ سوال کیا کہ تم اس ملک میں کیوں آئے ہو۔ نعمانؓ بن مقرن جو سرگروہ تھے۔ جواب دینے کے لیے آگے بڑھے۔ پہلے مختصر طور پر اسلام کے حالات بیان کیے پھر کہا۔ ہم تمام دنیا کے سامنے دو چیزیں پیش کرتے ہیں "جزیہ یا تلوار" یزدگرد نے کہا کہ تم کو یاد نہیں کہ تمام دنیا میں تم سے زیادہ ذلیل اور بدبخت کوئی قوم نہ تھی۔ تم جب کبھی ہم سے سرکشی کرتے تھے تو سرحد کے زمینداروں کو حکم بھیج دیا جاتا تھا اور وہ تمہارے بل نکال دیتے تھے۔

اس پر سب نے سکوت کیا۔ لیکن مغیرہؓ بن زرارہ ضبط نہ کر سکے اور اٹھ کر کہا۔ کہ یہ لوگ (اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے) رؤسائے عرب ہیں اور علم و وقار کی وجہ سے زیادہ گوئی نہیں کر سکتے۔ انہوں نے جو کچھ کہا یہی زیب تھا لیکن کہنے کے قابل باتیں رہ گئی ہیں۔ ان کو میں بیان کرتا ہوں۔

"یہ سچ ہے کہ ہم بدبخت اور گمراہ تھے۔ آپس میں کٹتے مرتے تھے۔ اپنی لڑکیوں
زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہم پر ایک پیغمبرؐ بھیجا جو حسب و
ب میں ہم سب سے ممتاز تھا۔ اوّل اوّل ہم نے اس کی مخالفت کی وہ سچ کہتا تھا۔
ہم جھٹلاتے تھے۔ وہ آگے بڑھتا تھا تو ہم پیچھے ہٹتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی بات
نے دلوں پر اثر کیا۔ وہ جو کچھ کہتا تھا۔ خدا کے حکم سے کہتا تھا۔ اور جو کچھ کرتا تھا خدا
کے حکم سے کرتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ اس مذہب کو تمام دنیا کے سامنے پیش کرد
لوگ اسلام لائیں۔ وہ تمام حقوق میں تمہارے برابر ہیں۔ جن کو اسلام سے انکار ہو
جزیہ پر راضی ہوں۔ وہ اسلام کی حمایت میں ہیں۔ جس کو دونوں باتوں سے انکار ہو
اس کے لیے تلوار ہے۔"

یہ سن کر یزدگرد غصّے سے بے تاب ہو گیا۔ اور کہا اگر قاصدوں کا قتل جائز
ہوتا تو تم میں سے کوئی زندہ بچ کر نہ جاتا۔ یہ کہہ کر اس نے مٹی کا ٹوکرا منگوایا۔ اور کہا تم میں
سب سے معزز کون ہے۔ عاصم بن عمر نے بڑھ کر کہا "میں" ملازموں نے وہ مٹی کا ٹوکرا
ان کے سر پر رکھ دیا۔ وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے سپہ سالار سعدؓ بن وقاص کے پاس پہنچے
"فتح مبارک" دشمن نے اپنی زمین خود ہم کو دے دی۔" حضرت سعدؓ بھی اس تفاؤل
سے خوش ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد کئی ماہ تک دونوں طرف سکوت رہا۔ رستم جو سلطنتِ فارس
کی طرف سے اس مہم پر مامور تھا۔ ساباط میں لشکر لیے پڑا تھا۔ اور یزدگرد کی تاکید پر
لڑائی کو ٹالتا جاتا تھا۔ ادھر مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ آس پاس کے دیہات پر چڑھ جاتے
تھے۔ اور رسد کے لیے مویشی ہانک لاتے تھے۔ اس عرصہ میں بعض بعض رئیس ادھر
سے ادھر آ گئے۔ ان میں جوشن ماہ بھی تھا جو سرحد کی اخبار نویسی پر مامور تھا۔ اس حالت
نے طول کھینچا تو رعایا جوق در جوق یزدگرد کے پاس پہنچ کر فریادی ہوئی کہ اب ہماری

حفاظت کی جائے۔ ورنہ ہم اہل عرب کے مطیع ہوئے جاتے ہیں۔ چار و ناچار رستم کو مقابلہ کے لیے بڑھنا پڑا۔ ساٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ساباط سے نکلا اور قادسیہ پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ لیکن فوج جن جن مقامات سے گزری۔ ہر جگہ نہایت بے اعتدالیاں کیں۔ تمام افسر شراب پی کر بدمستیاں کرتے تھے اور لوگوں کے ناموس تک کا لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ ان باتوں نے ملک بھر میں یہ خیال پھیلا دیا کہ سلطنتِ عجم اب فنا ہوتی نظر آتی ہے۔

رستم کی فوجیں جس دن ساباط سے بڑھیں اور اسلامی فوج کے جرنیل حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیئے۔ تاکہ دم دم کی خبریں ملتی رہیں۔ فوج کا رنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب اتارے کا رخ۔ ان باتوں کے دریافت کے لیے فوجی افسر متعین کیے۔ اس میں کبھی کبھی دشمن کا سامنا بھی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک بار طلیحہؓ رات کے وقت رستم کے لشکر میں لباس بدل کر گئے۔ ایک جگہ ایک بیش قیمت گھوڑا تھان میں باندھا دیکھا۔ تلوار سے باگ ڈور کاٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ ڈور سے اٹکالی۔ اسی عرصہ میں لوگ جاگ اٹھے۔ اور ان کا تعاقب کیا۔ گھوڑے کا سوار ایک مشہور افسر تھا اور ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ اس نے قریب پہنچ کر برچھی کا وار کیا۔ طلیحہؓ نے خالی وار دیا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ طلیحہؓ نے جھک کر ایسی برچھی ماری کہ وہ تعاقب کرنے والے افسر کے سینے میں پار ہو گئی۔ اس کے ساتھ دو سوار اور بھی تھے۔ ان میں ایک ہمارے بہادر طلیحہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور دوسرے نے اس شرط پر امان طلب کر لی کہ میں قیدی بن کر ساتھ چلتا ہوں۔ اتنے عرصہ میں تمام فوج میں ہل چل پڑ گئی۔ اور لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ لیکن طلیحہؓ لڑتے بھڑتے صاف نکل آئے اور ساٹھ ہزار فوج دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

قیدی نے حضرتِ سعدؓ کے سامنے آکر اسلام قبول کر لیا۔ اور کہا کہ دونوں

سوار جو طلیحہؓ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ وہ میرے ابن عم تھے اور ہزار ہزار سوار کے برابر مانے جاتے تھے۔ اس قیدی کا اسلامی نام مسلم رکھ دیا گیا اور اس کی وجہ سے دشمن کی فوج کے بہت سے ایسے حالات معلوم ہوئے جو اور کسی طرح معلوم نہ ہو سکتے تھے۔ وہ بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہا اور ہر موقع پر ثابت قدمی اور جانبازی کے جوہر دکھاتا رہا۔

دوسری سفارت

رستم چونکہ لڑنے سے جی چرا رہا تھا۔ ایک دفعہ اور صلح کی کوشش کی اور امیر لشکر حضرت سعدؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارا کوئی معتمد آدمی آئے، تو صلح کے متعلق گفتگو کی جائے۔ جناب سعدؓ نے ربعی بن عامرؓ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ وہ عجیب و غریب ہیئت سے چلے۔ عرق گیر کی زرہ بنائی اور اسی کا ایک ٹکڑا سر سے لپیٹ لیا۔ کمر میں رسی کا پٹکا باندھا۔ اور تلوار کے میان پر چیتھڑے لپیٹ لیے اسی ہیئت کذائی سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے۔ ادھر ایرانیوں نے بڑے سروسامان سے دربار سجایا۔ دیبا کا فرش، زریں گاؤ تکیے۔ حریر کے پردے صدر میں مرصع تخت ربعیؓ فرش کے قریب آ کر گھوڑے سے اترے اور باگ ڈور کو گاؤ تکیے سے اٹکا دیا۔

درباری بے پرواہی کی ادا سے کچھ نہ بولے۔ لیکن دستور کے مطابق ہتھیار رکھوا لینا چاہا۔ ربعیؓ نے کہا۔ میں بلایا ہوا آیا ہوں تم کو اس طرح میرا آنا منظور نہیں تو میں الٹا پھر جاتا ہوں۔ درباریوں نے رستم سے عرض کی۔ اس نے اجازت دی۔ یہ نہایت بے پرواہی کی ادا سے آہستہ آہستہ تخت کی طرف بڑھے۔ لیکن برچھی جس سے عصا کا کام لیتا تھا۔ اس کی انی کو اس نے اس طرح فرش میں چبھوتے جاتے تھے۔ کہ پر تکلف فرش اور قالین جو بچھے ہوئے تھے۔ جابجا سے کٹ پھٹ کر بے کار ہو گئے اور تخت کے قریب پہنچ کر زمین پر نیزہ مارا۔ جو فرش کو آر پار کر کے زمین میں گڑ گیا۔ رستم نے پوچھا کہ اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ جناب ربعیؓ نے کہا اس لیے

کہ مخلوق کی بجائے خالق کی عبادت کی جائے۔ رستم نے کہا میں ارکانِ سلطنت سے مشورہ کر کے جواب دوں گا۔ درباری بار بار ربعی کے پاس آکر ان ہتھیاروں کو دیکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اسی سامان سے ایران فتح کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن جب ربعی نے تلوار میان سے نکالی تو آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی اور جب اس کی کاٹ کی آزمائش کے لیے ڈھالیں پیش کی گئیں۔ تو ربعی رضی اللہ عنہ نے ان کے ٹکڑے اڑا دیے۔ ربعی اس وقت چلے آئے۔ لیکن نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رہا۔

ایک اور سفارت

اخیر سفارت میں مغیرہ رضی اللہ عنہ گئے۔ اس دن ایرانیوں نے اپنا دربار بڑے ٹھاٹھ سے جمایا۔ تمام ندیم افسر تاج زریں کر کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ خیمہ میں دیبا و سنجاب کا فرش بچھایا گیا تھا۔ اور خدام اور منصب دار قرینے سے دور دور پرے جمائے کھڑے تھے۔ مغیرہ گھوڑے سے اتر کر سیدھا صدر کی طرف بڑھے اور رستم کے زانوں ملا کر بیٹھ گئے۔ اس گستاخی پر تمام دربار برہم ہو گیا۔ یہاں تک کہ چوبداروں نے بازوؤں سے پکڑ کر ان کو تخت سے اتار دیا۔ حضرت مغیرہ نے افسرانِ دربار کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ میں خود نہیں آیا۔ بلکہ تم نے خود بلایا ہے۔ اس لیے مہمان کے ساتھ یہ سلوک زیبا نہیں تھا۔ تمہاری طرح ہم لوگوں میں یہ دستور نہیں کہ ایک شخص خدا بن کر بیٹھے اور تمام لوگ اس کے آگے بندہ ہو کر گردن جھکائیں۔ مترجم جس کا نام عبود تھا حیرہ کا باشندہ تھا۔ اس نے اس تقریر کا ترجمہ کیا۔ تو سارا دربار متاثر ہوا۔ اور بعض بعض بول اٹھے کہ ہماری غلطی تھی جو ایسی قوم کو ذلیل سمجھتے تھے۔ رستم بھی شرمندہ ہوا اور ندامت مٹانے کے لیے کہا یہ نوکروں کی غلطی تھی۔ میرا ایما یا حکم نہ تھا۔ پھر بے تکلفی کے طور پر مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ترکش سے تیر نکالے اور ہاتھوں میں لے کر کہا کہ ان تکلوں سے کیا ہو گا؟ جناب مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "آگ کی لو چھوٹی ہے پھر بھی آگ ہے"۔ رستم نے ان کی تلوار کا نیام دیکھ کر کہا، کس قدر بوسیدہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں لیکن تلوار پر باڑھ ابھی رکھی

گئی ہے۔ اس نوک جھونک کے بعد معاملہ کی بات شروع ہوئی۔ رستم نے سلطنت کی شان وشوکت کا ذکر کر کے اظہار احسان کے طور پر کہا کہ اب بھی واپس چلے جاؤ تو ہمیں کچھ ملال نہ ہوگا۔ بلکہ انعام دلایا جائے گا۔ مغیرہؓ نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ کہ اسلام یا جزیہ، منظور نہیں تو اس سے فیصلہ ہوگا۔ رستم غصہ سے بھڑک اٹھا اور کہا کہ آفتاب کی قسم کل تمام عرب کو برباد کر دوں گا۔ مغیرہ اٹھ کر چلے آئے۔ اور صلح و آشتی کی امید کا خاتمہ ہو گیا۔

قادسیہ کی جنگ اور فتح محرم ۱۴ھ (۶۳۵ء)

رستم کو جناب مغیرہؓ کی گفتگو نے اس قدر غیرت دلائی کہ اسی وقت کمر بندی کا حکم دے دیا۔ جو نہر درمیان میں حائل تھی اسے صبح سے پہلے پہلے پاٹ کر سڑک بنانے کا حکم کر دیا۔ صبح تک یہ سڑک تیار کر لی گئی اور دوپہر سے پہلے پہلے رستم کی فوج نہر کے اس پار آ گئی۔ خود ساز و سامان سے آراستہ ہوا۔ زرہیں پہنیں۔ سر پر خود رکھا۔ ہتھیار لگائے پھر اسپ خاصہ طلب کیا اور سوار ہو کر جوش میں کہا کہ کل عرب کو چکنا چور کر دوں گا۔" کسی سپاہی نے کہا" ہاں اگر خدا نے چاہا"۔ بولا" خدا نے نہ چاہا تب بھی" (توبہ توبہ کتنا بڑا بول ہے)۔

اس کے بعد اس نے فوج کو نہایت ترتیب سے آراستہ کیا آگے پیچھے تیرہ صفیں قائم کیں۔ قلب کے پیچھے ہاتھیوں کا قلعہ باندھا۔ ہودوں اور عماریوں میں ہتھیار بند سپاہی بٹھائے میمنہ اور میسرہ کے پیچھے قلعہ کے طور پر ہاتھیوں کے پرے جمائے۔ خبر رسانی کے لیے موقع جنگ سے پایہ تخت تک کچھ فاصلے پر آدمی بٹھا دیئے۔ وہ واقعہ پیش آتا تھا۔ موقع جنگ کا آدمی چلا کر کہتا تھا اور درجہ بدرجہ مدائن تک خبر پہنچ جاتی تھی۔

ادھر مسلمان فوجیں بھی آراستہ ہو گئیں تو عرب کے مشہور شعراء اور خطیب صفوں

سے نکلے اور اپنی آتش بیانی سے تمام فوج میں آگ لگا دی۔ شعراء میں شماخ، حطیئہ اوس بن مغرا، عبدۃ بن الطیب، عمر معدی کرب اور خطیبوں میں قیس بن ہبیرہ غالب ابن الہندیل الاسیدی، بسر بن ابی وہم الجہنی، عاصم بن عمرو، ربیع معدی، ربعی بن عامر میدان میں کھڑے تقریریں کر رہے تھے اور فوج کا یہ حال تھا کہ ان پر کوئی جادو کر رہا ہے۔ ان تقریروں کے بعض جملے یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ ابن الہندیل اسیدی کے یہ الفاظ تھے۔

یا معاسم سعد اجعلوا حصونکم	خاندان سعد! تلواروں کو قلعہ بناؤ اور دشمنوں
السیف وکونوا علیھم کاسود الاجم	کے مقابلہ میں شیر بن کر جاؤ۔ گرد کی زرہ پہن لو جب
وادرعوا العجاج وغضوا الابصار	تلواریں تھک جائیں تو تیروں کی باگ چھوڑ دو کیونکہ
اذا کلت السیوف فارسلوا الجنادل	تیروں کو جہاں بار مل جاتا ہے۔ تلواروں
فانھا یوذن لھا فیما یوذن لہ حدید	کو نہیں۔

اس کے ساتھ ہی قاریوں نے میدان میں نکل نکل کر نہایت خوش الحانی اور جوش سے سورۂ جہاد کی آئتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ جس کی تاثیر سے دل دہل گئے۔ اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

اسلامی فوجوں کے سپہ سالار سعدؓ بن وقاص نے قاعدے کے مطابق تین نعرے مارے اور چوتھے پر لڑائی شروع کر دی۔ سب سے پہلے ایک ایرانی قدر انداز دیبا کی قبا پہنے۔ زریں کمر بند لگائے ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے میدان میں آیا۔ ادھر سے عمرؓ معدی کرب اس کے مقابلے کو نکلے۔ اس نے تیر کمان میں جوڑا اور ایسا تاک کر مارا کہ یہ بال بال بچ گئے۔ انہوں نے گھوڑے کو دبایا اور قریب پہنچ کر کمر میں ہاتھ ڈال کر ایرانی قدر انداز کو معلق اٹھا لیا اور زمین پر دے ٹپکا اور تلوار سے گردن اڑا کر فوج کی طرف مخاطب ہوئے کہ "یوں لڑا کرتے ہیں" لوگوں نے کہا ہر شخص معدی

کرب کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کے بعد اور بہادر دونوں طرف سے نکلے اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔ ایرانیوں نے بجیلہ کے رسالہ پر جو سب میں ممتاز تھا ہاتھیوں کو ریلا۔ عرب کے گھوڑوں نے یہ کالے پہاڑ کہاں دیکھے تھے دفعتاً بدکے اور منتشر ہو گئے۔ پیدل فوج ثابت قدمی سے لڑی۔ لیکن ہاتھیوں کے ریلے میں ان کے پاؤں بھی اکھڑ جاتے تھے۔ امیر لشکر اسلامیہ جناب سعدؓ نے یہ ڈھنگ دیکھ کر فوراً قبیلۂ اسد کو حکم بھیجا کہ بجیلہ کو سنبھالو۔ طلیحہؓ نے جو قبیلہ کے سردار اور مشہور بہادر تھے۔ ساتھیوں سے کہا عزیزو! سعدؓ نے کچھ سمجھ کر تم سے مدد مانگی ہے۔ تمام قبیلہ نے جوش میں آ کر باگیں اٹھائیں اور ہاتھوں میں برچھیاں لے کر ہاتھیوں پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی پامردی سے اگرچہ یہ کالی آندھی ذرا تھم گئی لیکن ایرانیوں نے بجیلہ کو چھوڑ کر سارا زور اس طرف پھیر دیا۔ سعدؓ نے قبیلہ تمیم کو جو تیر اندازی اور تیر بازی میں مشہور تھے۔ کہلا بھیجا کہ تم سے ہاتھیوں کی کچھ تدبیر نہیں ہو سکتی؟ وہ یہ سن کر فوراً بڑھے اور اس قدر تیر برسائے کہ فیل نشینوں کو گرا کر ڈھیر کر دیا۔ پھر قریب پہنچ کر تمام ہودے اور عماریاں الٹ دیں۔ شام تک یہی ہنگامہ رہا۔ جب بالکل تاریکی چھا گئی تو دونوں حریف میدان سے ہٹے۔ قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا اور عربی میں اس کو یوم الارمات کہتے ہیں۔

دوسرے دن سپہ سالار جناب سعدؓ نے سب سے پہلے میدانِ جنگ سے مقتولوں کی لاشیں اٹھوا کر دفن کرائیں اور جس قدر زخمی تھے مرہم پٹی کے لیے عورتوں کے حوالے کیے۔ پھر فوج کو کمر بندی کا حکم دیا۔ لڑائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ شام کی طرف سے غبار اٹھا۔ گرد چھٹی تو معلوم ہوا کہ ابو عبیدہؓ نے شام سے جو امدادی فوجیں بھیجی تھیں۔ وہ آ پہنچیں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ نے جس زمانے میں عراق پر حملہ کی تیاریاں کی تھیں،

اسی زمانے میں ابو عبیدہؓ کو جو شام کی مہم پر مامور تھے لکھ کر بھیجا تھا کہ عراق کی جو فوج وہاں بھیج دی گئی تھی۔ اسے حکم دو کہ سعدؓ کی فوج سے جا کر مل جائے۔ چنانچہ عین وقت پر فوج پہنچی اور تائید غیبی سمجھی گئی۔ چھ ہزار سپاہی تھے۔ جن میں پانچ ہزار ربیعہ و مضر اور ہزار خاص حجاز کے تھے۔ ہاشم بن عتبہؓ (سعدؓ کے بھائی) سپہ سالار تھے۔ اور ہراول قعقاع رکاب میں تھا۔ قعقاع نے پہنچتے ہی صف سے نکل کر پکارا کہ ایرانیوں میں کوئی بہادر ہو تو مقابلہ کو آئے۔

ادھر سے بہمن نکلا۔ قعقاع جسر کا واقعہ یاد کر کے پکارے کہ لینا ابو عبیدہ کا قاتل جانے نہ پائے۔ دونوں حریف تلوار لے کر مقابل ہوئے اور کچھ دیر ہی بعد بہمن مارا گیا۔ دیر تک دونوں طرف سے بہادر تنہا تنہا میدان میں نکل کر شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ سیستان کا شہزادہ شہر یراز، عود بن قطبہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ بزرجمہر ہمدانی جو ایک مشہور بہادر تھا قعقاع سے لڑ کر قتل ہوا۔ غرض ہنگامۂ عام ہونے سے پہلے ایرانی فوج نے اکثر اپنے نامور بہادر کھو دیئے۔ تاہم بڑے زور و شور سے دونوں فوجیں حملہ آور ہوئیں۔

شام کی امدادی مسلم فوج کو قعقاع نے اس تدبیر سے روانہ کیا تھا۔ کہ چھوٹے چھوٹے دستے کر دیے تھے اور جب ایک دستہ میدانِ جنگ میں پہنچ جاتا تھا۔ تو دوسرا دور سے آتا نمودار ہوتا تھا۔ اسی طرح تمام دن فوجوں کا تانتا بندھا رہا۔ اور ایرانیوں پر رعب چھاتا گیا۔ ہر دستہ "اللہ اکبر" کے نعرے مارتا ہوا آتا تھا اور قعقاع اس کے ساتھ ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے۔

ایرانی ہاتھیوں کے لیے قعقاع نے یہ تدبیر کی کہ اونٹوں پر جھول اور برقع ڈال کر ہاتھیوں کی طرح مہیب بنا دیا۔ یہ مصنوعی ہاتھی جس طرف رخ کرتے تھے ایرانیوں کے گھوڑے بدک بدک کر سواروں کے قابو سے نکلے جاتے تھے۔

عین جنگ کے دوران امیر المومنین حضرت عمرؓ کے قاصد پہنچے جن کے ساتھ

بہایت بیش قیمت عربی گھوڑے اور تلواریں تھیں۔ انہوں نے فوج کے سامنے پکار کر کہا کہ امیر المومنین نے یہ انعام ان لوگوں کو بھیجا ہے جو اس کا حق ادا کر سکیں۔ چنانچہ قعقاع نے حمال بن مالک، ربیل بن عمر، طلحہؓ بن خویلد، عاصم بن عمر اسیمی کو تلواریں حوالے کیں۔ اور قبیلۂ بر بوع کو چار بہادروں کو گھوڑے عنایت کیے۔

جس وقت لڑائی زوروں پر تھی۔ ابو محجن ثقفی جو ایک مشہور بہادر اور شاعر تھے۔ اور جن کو شراب پینے کے جرم پر امیر سعد بن وقاص نے قید کر دیا تھا۔ وہ قید خانے کے دریچے سے لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ اور شجاعت کے جوش سے بے اختیار ہوئے جاتے تھے۔ آخر ضبط نہ کر سکے۔ اور وہ سلمیٰ (سعدؓ کی بیوی) کے پاس گئے کہ خدا کے لیے اس وقت مجھے چھوڑ دو۔ لڑائی سے جیتا جاگتا رہا تو خود ہی آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔ سلمیٰ نے انکار کر دیا۔ تو حسرت سے واپس آئے اور بار بار پُر درد لہجہ میں اپنی مایوسی اور بے بسی پر اشعار پڑھتے تھے۔ چنانچہ ان اشعار نے سلمیٰ کے دل پر یہ اثر کیا کہ انہوں نے خود آکر بیڑیاں کاٹ دیں۔ ابو محجن نے فوراً اصطبل میں جا کر جناب سعدؓ کے گھوڑے پر جس کا نام بلقا تھا۔ زین کس لی۔ اور میدان جنگ میں پہنچ کر بھالے کے ہاتھ نکالتے ہوئے میمنہ سے میسرہ تک ایک چکر لگایا۔ پھر اس زور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی۔ تمام لشکر حیران تھا کہ یہ کون بہادر ہے؟ سعدؓ بھی حیرت میں تھے اور دل میں کہتے تھے کہ حملہ کا انداز ابو محجن کا سا ہے لیکن وہ تو قید خانے میں بند ہے۔ شام ہوئی تو ابو محجن نے قید خانے میں آکر خود ہی بیڑیاں پہن لیں۔ سلمیٰ نے یہ تمام حالات جناب سعدؓ سے بیان کر دیئے تو انہوں نے اسی وقت ان کو رہا کر دیا اور کہا خدا کی قسم مسلمانوں پر جو شخص اس طرح قربان ہو۔ میں اسے سزا نہیں دے سکتا۔" ابو محجن نے اپنی رہائی کا اعلان سن کر کہا۔ "بخدا میں بھی آج سے کبھی بھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔"

خنساء جو عرب کی مشہور شاعرہ تھی اس معرکہ میں شریک تھی۔ اور اس کے چاروں بیٹے بھی ساتھ تھے۔ لڑائی جب شروع ہوئی تو اس نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا

"پیارے بیٹو! تم اپنے ملک کو دوبھر نہ تھے۔ نہ تم پر قحط پڑا تھا۔ باوجود اس کے کہ اپنی کہن سالہ ماں کو یہاں لے آئے اور فارس کے آگے ڈال دیا۔ خدا کی قسم جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو۔ اسی طرح ایک باپ کے بھی۔ میں نے تمہارے باپ سے بد دیانتی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ لو جاؤ اور اخیر تک لڑو" (ترجمہ اشعار)

بہادر بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اس وقت مسلمان دو ہزار اور ایرانی دس ہزار مقتول و مجروح ہوئے۔ تاہم فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ یہ معرکہ تاریخ اسلام میں اغورث کے نام سے مشہور ہے۔

تیسرا معرکہ یوم العماث کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں قعقاع نے یہ تدبیر کی کہ رات کے وقت چند رسالوں اور پیدل فوجیوں کو حکم دیا کہ پڑاؤ سے دور شام کی طرف نکل جائیں علی الصبح سو سو سوار میدانِ جنگ کی طرف گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئیں اور رسالے اس طرح برابر آتے رہیں۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی پہلا رسالہ پہنچا تمام فوج نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور غل پڑ گیا کہ نئی امدادی فوجیں آگئیں۔ ساتھ ہی جنگ شروع ہو گئی۔ حسنِ اتفاق یہ کہ ہشام جنہیں ابو عبیدہ نے شام سے مدد کے لیے بھیجا تھا۔ عین موقع پر سات سو سواروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ یزدگرد کو دم دم کی خبریں پہنچ رہی تھیں اور وہ برابر اپنی فوجوں کو کمک پہنچاتا رہا۔ ادھر ہشام نے فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا "تمہارے بھائیوں نے شام کو فتح کر لیا۔ فارس کی فتح کا جو وعدہ خدا کی طرف سے ہوا ہے وہ تمہارے ہاتھ سے پورا ہوگا"

آج جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ ایرانیوں کی فوج سے ایک پہلوان شیر کی طرح

ڈکارتا ہوا میدان میں آیا اس کا ڈیل ڈول دیکھ کر لوگ اس کے مقابل ہونے سے کتراتے تھے لیکن ایک عجیب اتفاق ہے وہ ایک کمزور سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا۔

انہوں نے ہاتھیوں کے دائیں بائیں پیدل فوجیں قائم کر دی تھیں۔ بہادر عمرو معدی کرب نے رفیقوں سے کہا" میں مقابل کے ہاتھی پر حملہ کرتا ہوں۔ تم ساتھ رہنا۔ ورنہ عمرو معدی مارا گیا تو پھر معدی کرب پیدا نہ ہوگا"۔ یہ کہہ کر انہوں نے تلوار میان سے نکالی اور ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ لیکن دشمن کی پیدل فوجیں جو دائیں بائیں تھیں۔ اچانک ان پر ٹوٹ پڑیں اور اس قدر گرد اڑی کہ یہ (عمرو معدی کرب) نظر سے اوجھل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ان کی فوج حملہ آور ہوئی اور زبردست معرکے کے بعد دشمن پیچھے ہٹا۔ عمرو معدی کرب کا یہ حال تھا کہ تمام جسم خاک سے اٹا ہوا تھا۔ بدن پر جا بجا برچھیوں کے زخم تھے۔ پھر بھی تلوار قبضے میں تھی۔ اور ہاتھ چلتا جاتا تھا۔ اسی حالت میں ایک ایرانی سوار برابر سے نکلا۔ انہوں نے اس کے گھوڑے کی دم پکڑ لی۔ ایرانی نے بار بار مہمیز کیا۔ لیکن گھوڑا جگہ سے ہل نہ سکا۔ آخر سوار اتر کر بھاگ نکلا۔ اور یہ (عمرو معدی کرب) اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھے۔

امیر سعدؓ نے یہ دیکھ کر کہ ہاتھی جس طرف رخ کرتے ہیں۔ دل کا دل پھٹ جاتا ہے ضخم و مسلم وغیرہ کو جو پارسی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ بلا کر پوچھا کہ اس بلائے سیاہ کا کیا علاج ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان کے سونڈ اور آنکھیں بیکار کر دی جائیں۔ تمام غول میں دو ہاتھی نہایت مہیب اور کوہ پیکر اور کل ہاتھیوں کے سردار تھے۔ ایک ابیض اور دوسرا اجرب کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت سعدؓ نے قعقاع، عاصم، احمال اور ربیل کو بلا کر کہا کہ یہ مہم تمہارے ہاتھ ہے۔ قعقاع نے پہلے کچھ سوار اور پیادے بھیج دیئے کہ ہاتھیوں کو ترغے میں لے لیں۔ پھر خود برچھا ہاتھ میں لے کر "ابیض" کی طرف بڑھے۔ عاصم بھی ساتھ تھے۔ دونوں نے ایک ساتھ برچھے مارے جو اس کی آنکھوں میں پیوست

ہو گئے اور ہاتھی جھرجھری لے کر پیچھے ہٹا تو قعقاع کی تلوار اس پر ایسی پڑی کہ سونڈ مستک سے علیحدہ ہو گیا۔ ادھر ربیل و حمال نے اجرب نامی ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ وہ زخم کھا کر بھاگا۔ تو تمام ہاتھی اس کے پیچھے ہو لئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ سیاہ بادل بالکل چھٹ گئے۔ ایسی حالت میں ایرانی فوج تتر بتر ہو گئی، لڑائی شام تک جاری رہی اور تھوڑا عرصہ ستانے کے بعد پھر فریقین گتھم گتھا ہو گئے۔ صبح تک میدان گرم رہا۔ اس شب پیکار کا نام اسلامی تاریخ میں "لیلۃ الھریر" یعنی ایسی رات جس میں شدتِ سرما سے کتے بھونکنے لگیں " ہے۔

اب بہادروں کو حوصلہ آزمائی کا موقع ملا۔ اور اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گونج سے زمین دہلی جاتی تھی۔ ایرانیوں نے اپنی فوجوں کو نئے سرے سے ترتیب دی قلب میں دائیں بائیں تیرہ تیرہ صفیں قائم کیں۔ ادھر مسلمانوں نے بھی تمام فوج کو سمیٹ کر یکجا کر لیا۔ اور آگے پیچھے تین پرے جمائے۔ سب سے آگے سواروں کا رسالہ ان کے بعد پیدل فوجیں۔ اور سب سے پیچھے تیر انداز۔

امیرِ فوج جناب سعدؓ نے حکم دیا تھا کہ تیسری تکبیر پر حملہ کیا جائے۔ لیکن ایرانیوں نے جب تیر برسانے شروع کیے تو قعقاع سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور وہ اپنی رکاب کی فوج لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اسلام کے فوجی اصول کے لحاظ سے یہ حرکت نافرمانی میں داخل تھی۔ تاہم لڑائی کا ڈھنگ قعقاع کا جوش دیکھ کر سعدؓ کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ "اللّٰھم اغفرہ وانصرہ" یعنی اے اللہ قعقاع کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا۔ قعقاع کو دیکھ کر بنو اسد اور بنو اسد کی دیکھا دیکھی، نخع، بجیلہ، کندہ سب ٹوٹ پڑے۔ سپہ سالار حضرت سعد بن وقاص ہر قبیلے کے حملے پر کہتے جاتے تھے کہ خدایا اس کو معاف کرنا۔ اور مددگار رہنا۔ اول اول سواروں کے رسالے نے حملہ کیا۔ لیکن ایرانی فوجیں جو دیوار کی طرح کھڑی ہوئی تھیں۔ اس ثابت قدمی سے

سے رڑیں۔ کہ گھوڑے آگے نہ بڑھ سکے۔

یہ دیکھ کر گھوڑے سوار مجاہدین اپنے گھوڑوں سے کود پڑے اور پیادہ حملہ آور ہو گئے۔

ایرانیوں کا ایک رسالہ سرتا پا لوہے میں غرق تھا۔ قبیلۂ حمزہ نے اس پر حملہ کیا۔ تو تلواریں زرہوں پر سے اچٹ اچٹ کر رہ گئیں۔ سردارِ قبیلہ نے للکارا۔ سب نے کہا زرہوں پر تلواریں کام نہیں کرتیں۔ اس نے غصے میں آ کر ایک ایرانی پر برچھے کا وار کیا۔ جو کمر توڑ کر نکل گیا۔ یہ دیکھ کر اوروں کو بھی ہمت ہوئی اور اس بہادری سے لڑے کہ رسالہ کا رسالہ برباد کر کے رکھ دیا۔

رات بھر ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ لوگ لڑتے لڑتے تھک کر چور ہو گئے تھے اور نیند کے خمار میں ہاتھ پاؤں بے کار ہوئے جاتے تھے۔ اس پر بھی جب فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا تو قعقاع نے سردارانِ قبائل میں سے چند نامور بہادر انتخاب کیے اور ایرانی سپہ سالار فوج رستم کی طرف رخ کیا۔ ساتھ ہی قیس اشعث، عمرو معدی کرب ابن ذی البردین نے جو اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ ساتھیوں کو للکارا کہ دیکھو یہ لوگ خدا کی راہ میں تم سے آگے نکلنے نہ پائیں اور سرداروں نے بھی جو بہادری کے ساتھ زبان آور بھی تھے اپنے قبیلوں کے سامنے کھڑے ہو کر اس جوش سے تقریریں کیں کہ تمام لشکر میں ایک آگ سی لگ گئی۔ سوار گھوڑوں سے کود پڑے۔ اور تیر و کمان پھینک کر تلواریں گھسیٹ لیں۔ اس جوش کے ساتھ تمام فوج ایک سیلاب کی طرح بڑھی۔ اور فیروزان و ہرمزان کو دباتے دباتے رستم کے قریب پہنچ گئی۔ رستم تخت پر بیٹھا فوج کو لڑا رہا تھا۔ اسلامی فوج کی اس پیش قدمی کو دیکھ کر وہ تخت سے کود پڑا اور دیر تک مردانہ وار لڑتا رہا۔ جب زخموں سے بالکل چور ہو گیا۔ تو وہ رستم، بھاگ نکلا۔ ہلال نامی ایک مسلم سپاہی نے اس کا تعاقب

کیا۔ آگے ایک نہر آ گئی رستم اس میں کود پڑا کہ تیر کر نکل جائے۔ ساتھ ہی ہلال بھی کود پڑے اور اس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر کھینچ لائے۔ پھر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور تخت پر چڑھ کر پکارے کہ رستم کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے۔ ایرانیوں نے دیکھا کہ تخت سپہ سالار سے خالی ہے تو تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمانوں نے دور تک ایرانی فوج کا تعاقب کیا اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں۔

الغرض ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی اور اس کے تیس ہزار سواروں میں صرف تین بچے۔ ان کی کل فوج کی تعداد سوا لاکھ تھی اور مسلمانوں کی تیس ہزار تھی، جس میں چھ ہزار نے جام شہادت نوش کیا۔

نامۂ فتح امیر فوج حضرت سعدؓ نے حضرت امیر المومنین (عمر فاروقؓ) کو نامۂ فتح لکھا اور دونوں طرف کے مقتولوں کی تفصیل لکھی۔ حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ جس دن سے معرکہ قادسیہ شروع ہوا تھا۔ ہر روز آفتاب طلوع ہوتے ہی مدینہ سے نکل جاتے تھے اور قاصد کی راہ دیکھتے رہتے۔ ایک دن معمول کے مطابق نکلے۔ ادھر سے ایک شتر سوار آ رہا تھا۔ بڑھ کر پوچھا کدھر سے آ رہے ہو۔ وہ سعدؓ کا قاصد تھا مژدہ فتح لے کر آیا تھا۔ آپ (حضرت عمرؓ) کو معلوم ہوا کہ یہ سعدؓ کا قاصد ہے تو اس سے حالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ اس نے کہا خدا نے مسلمانوں کو کامیاب کر دیا۔ حضرت عمرؓ رکاب کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ اور حالات معلوم کرتے جاتے تھے۔ شتر سوار جب شہر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جو شخص سامنے آتا ہے ان کو (پوچھنے والے کو) امیر المومنین کے لقب سے پکارتا ہے تو وہ شتر سوار ڈر سے کانپ اٹھا۔ اور بولا حضرت آپ نے اپنا نام مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں اس گستاخی کا مرتکب نہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں تم سلسلۂ کلام نہ توڑو۔ چنانچہ اسی طرح اس کے رکاب کے ساتھ ساتھ امیر المومنینؓ گھر

تک آئے اور مدینہ پہنچ کر مجمعٔ تمام میں فتح کی خوشخبری سنائی۔ اس موثر تقریر کے آخری فقرے یہ تھے۔

"مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنانا چاہوں۔ میں خود خدا کا غلام ہوں۔ البتہ خلافت کا بار میرے سر پہ رکھ دیا گیا ہے۔ اگر میں تمہارا کام اس طرح کر دوں کہ تم چین سے گھروں میں سوؤ۔ تو یہ میری سعادت ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو یہ میری بدبختی ہے۔ میں تمہیں تعلیم دینا چاہتا ہوں۔ لیکن باتوں سے نہیں عمل سے۔"

قادسیہ کی جنگ میں جو عجم یا عرب مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ ان میں سے ایسے بھی تھے۔ جو دل سے نہیں لڑنا چاہتے تھے۔ بلکہ زبردستی فوج میں پکڑ کر لائے گئے تھے اور بہت سے لوگ گھر بار چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ فتح کے بعد یہ لوگ سپہ سالار حضرت سعدؓ کے پاس آئے اور امن کی درخواست کی جناب سعدؓ نے دربار خلافت کو لکھا حضرتِ عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو بلا کر رائے لی۔ اور سب نے بالاتفاق منظور کیا۔ اور پوری طرح امن وامان قائم کر دیا گیا۔

تسخیر بابل اس کے بعد ایرانیوں نے قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں قیام کیا۔ چونکہ یہ مقام ایک محفوظ و مستحکم تھا۔ اور انہوں نے اطمینان کے ساتھ جنگ کے تمام سامان مہیا کر لیے۔ وہیں انہوں نے فیرزان کو سر لشکر قرار دے دیا۔ ادھر جناب سعدؓ نے خبر پاتے ہی ۱۵ھ مطابق ۶۳۶ء میں بابل کا ارادہ کیا۔ اور چند سردار آگے روانہ کیے کہ راستہ ہموار کرتے جائیں۔ چنانچہ مقام برس میں بصبہری سدِ راہ ہوا۔ آخر میدانِ جنگ میں نقصان اٹھا کر بابل کی طرف بھاگ گیا۔ برس کے رئیس بسطام نے صلح کر لی اور بابل تک موقع بہ موقع پل تیار کر دیئے گئے کہ اسلامی

فوجیں بلا تکلف گزر جائیں۔ بابل میں اگرچہ عجم کے بڑے بڑے سردار جمع تھے۔ وہ اسلامی لشکر کے پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ امیر سعد نے خود بابل میں قیام کیا اور زہرہ کی سرداری میں کچھ فوجیں آگے روانہ کیں عجمی فوجیں بابل سے بھاگ کر کوثی میں جا ٹھہری تھیں۔ اور شہریار جو رئیس زادہ تھا۔ ان کا سپہ سالار تھا۔

تسخیر کوثی

زہرہ کوثی سے گزرے تو شہریار آگے بڑھ کر مقابل ہوا اور میدانِ جنگ میں آکر پکارا۔ کہ جو بہادر تمام لشکر میں انتخاب ہو مقابلہ کے لیے آئے۔ جناب زہرہ نے کہا۔ میں نے خود تیرے ساتھ مقابلے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن تیرا یہ دعویٰ ہے تو کوئی غلام تیرے مقابلے کو جائے گا۔ زہرہ نے نابل کو جو قبیلہ تمیم کا غلام تھا اشارہ کیا۔ اس نے گھوڑا آگے بڑھایا۔ شہریار جو دیو کا سا تن و توش رکھتا تھا نابل کو کمزور دیکھ کر نیزہ ہاتھ سے پھینک کر گردن میں ہاتھ ڈال کر زور سے کھینچا اور زمین پر گرا کر سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اتفاق سے شہریار کا انگوٹھا نابل کے منہ میں آگیا نابل نے اس زور سے کاٹا کہ شہریار تلملا گیا۔ نابل موقع پا کر اس کے سینے پر چڑھ گیا اور تلوار سے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ شہریار نہایت عمدہ لباس اور اسلحہ سے آراستہ تھا۔ نابل نے زرہ وغیرہ اس کے بدن سے اتار کر جناب سعدؓ کے آگے رکھ دیں حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ نابل اسی لباس اور اسلحہ سے سج کر آئے۔ چنانچہ جب وہ اس سے آراستہ ہو کر مجمع عام میں آیا تو لوگوں نے اسے زبردست دادِ تحسین پیش کی۔

تسخیر بہرہ شیر

کوثی سے آگے پایۂ تخت کے قریب ایک مقام بہرہ شیر تھا یہاں ایک شاہی رسالہ رہتا تھا۔ جو ہر روز ایک بار قسم کھا کر کہتا تھا کہ جب تک ہم ہیں۔ سلطنت فارس پر کبھی زوال نہیں آ سکتا۔ یہاں پر ایک شیر پلا ہوا تھا جو کسریٰ سے بہت ہلا ہوا تھا۔ اور اسی لیے اسے بہرہ شیر کہتے تھے۔ جناب سعدؓ کا لشکر قریب پہنچا تو در تڑپ کر نکلا لیکن ہاشم نے جو ہراول کے افسر تھے۔ اس صفائی سے تلوار ماری

کہ وہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت سعدؓ نے ہاشم کی بہادری پر ان کی پیشانی کو چوم لیا۔

آگے بڑھ کر جناب سعدؓ نے بہرہ شیر کا محاصرہ کیا اور فوج نے اِدھر اُدھر پھیل کر ہزاروں آدمی گرفتار کر لیے۔ شہرزاذ نے جو ساباط کا رئیس تھا۔ سعدؓ سے کہا۔ کہ یہ معمولی کاشتکار ہیں تو انہوں نے ان کے نام دفتر میں درج کر کے چھوڑ دیا۔ آس پاس کے تمام رئیسوں نے جزیہ قبول کر لیا لیکن شہر پر قبضہ نہیں ہو سکا۔ اور دو ماہ تک محاصرہ برقرار رہا۔ ایرانی کبھی کبھی قلعہ سے نکل کر معرکہ آرا ہوتے رہے ایک روز بڑے جوش و خروش سے انہوں نے مرنے اور مارنے پر کمریں باندھیں اور تیر برساتے ہوئے نکلے۔ مسلمانوں نے برابر کا جواب دیا۔ زہرہ جو مسلمانوں کے مشہور افسر تھے۔ اور معرکوں میں سب سے آگے آگے رہتے تھے۔ ان کی زرہ کی کڑیاں کہیں کہیں سے ٹوٹ گئی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ اس زرہ کو تبدیل کر کے نئی پہن لیجئے۔ بولے میں ایسا خوش قسمت کہاں ہوں کہ دشمن کے تیر ان سب کو چھوڑ کر میرے ہی طرف آئیں۔ اتفاق یہ ہوا کہ پہلا تیر انہی کو آ کر لگا۔ لوگوں نے نکالنا چاہا تو انہوں نے منع کیا۔ کہ جب تک یہ بدن میں ہے اسی وقت تک زندہ بھی ہوں۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ حملہ کرتے ہوئے بڑھے اور شہر براز کو جو ایران کا ایک نامور افسر تلوار سے مار دیا۔ تھوڑی دیر لڑ کر ایرانی بھاگ گئے اور شہر والوں نے صلح کا جھنڈا بلند کر دیا۔

بہرہ شیر اور مدائن میں صرف دریائے دجلہ حائل تھا۔ جناب سعدؓ بہرہ شیر سے بڑھے تو آگے دجلہ تھا۔ ایرانیوں نے پہلے سے جہاں جہاں پل تھے۔ توڑ کر بے کار کر دیئے اور کشتیاں گم کر دیں۔ حضرت سعدؓ بڑے سوچتے رہے کہ نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ فوج دریا میں گھوڑے ڈالے عبور کر رہی ہے۔

بیدار ہوئے تو آپ کی زبان پر تھا کہ "ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں۔ ہمارے لیے اللہ ہی کافی اور بہترین کارساز ہے" انہوں نے فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ "برادرانِ اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لے لی ہے۔ یہ مہم بھی سر کر لو تو پھر مطلع صاف ہے"

بلا کشتی و پل فوج کا دریا عبور

یہ کہہ کر سپہ سالار سعدؓ بن وقاص نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور پار اترنے کے لیے لشکر کی ترتیب اسی طرح دی گئی کہ دو مسلمان باہم ملے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے دریا عبور کریں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج دریا میں اتر گئی۔ یہ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہنستے اور مسکراتے ہوئے پار پہنچ گئے۔ ایرانیوں کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ایسے جیالے اور دلاور لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ جو یوں دریا کے ذخار کو پار کریں۔ ان پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ انہیں فوق الانسان سمجھنے لگے۔ مسلمانوں کو کنارے پر اترتا دیکھ کر ان کے منہ سے نکلا۔

"دیواں آمدند۔ دیوان آمدند" اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرتِ سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار اسلامی شہسوار دریائے دجلہ پر اس طرح پھیلے ہوئے تھے۔ گویا باغ کی روشنیوں پر چہل قدمی کر رہے ہیں اور جہاں گھوڑے تھک جاتے۔ وہاں خشک ٹیلہ یا خشک زمین نمودار ہو جاتی تھی جس پر وہ کھڑے ہو کر آرام کر لیتے تھے۔ نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا اور نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی۔ ہاں ایک سوار کا پیالہ دریا میں گر کر موج میں بہہ گیا۔ صاحب کاسہ نے پار اتر کر کہا۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ میرا پیالہ کھو دے۔ یہ کہنا تھا۔ کہ

ایک لہر آئی اور پیالہ کنارے پر آرہا۔ اس دن کا نام "یوم الماء" (پانی کا دن رکھا گیا)

سر ولیم میور بھی مسلمانوں کے اس حیرت انگیز طریق پر دریا عبور کرنے کی تصدیق کرتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو دریائے نیل سے باسلامت پار لے گئے۔ اسی طرح سپہ سالار حضرت سعدؓ بن وقاص مجاہدینِ اسلام کو لے کر دریائے دجلہ عبور کر گئے۔ یزدگرد اسلامی لشکر کے اس طرح دریا پار کرنے کا حال سن کر شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا اور مسلمان بڑے اطمینان سے شہر مدائن میں داخل ہو گئے۔

تسخیر مدائن

مدائن میں ہر طرف سناٹا تھا۔ نہایت عبرت ہوئی۔ حضرت سعدؓ کسریٰ کے قیصر ابیض میں داخل ہوئے تو ان کی زبان پر بے اختیار وہ آیات جاری ہوئیں، جو فرعون کے آل سمیت غرق ہونے پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائیں۔ ترجمہ یہ ہے: "وہ بہت سے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ عمدہ مقام اور اس ناز و نعمت کو چھوڑ گئے۔ جن کے نشہ میں وہ باتیں بنایا کرتے تھے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور ان چیزوں کا ہم نے دوسروں کو وارث کر دیا۔"

کسریٰ کے محل میں نماز جمعہ

مدائن میں جمعہ کے روز داخلہ ہوا۔ حضرت سعدؓ نے وہیں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات "صلوٰۃ الفتح" پڑھی۔ کسریٰ کے اس محل میں جمعہ ادا کیا گیا اور یہ پہلی نماز جمعہ تھی۔ جو دار السلطنت ایران میں پڑھی گئی۔ جناب سعدؓ بن وقاص نے تختِ کسریٰ کی جگہ منبر رکھ کر خطبہ پڑھا۔ جس تخت پر بیٹھ کر پرویز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام کا نامہ مبارک چاک کیا تھا۔ وہ آج غلامانِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نیچے ہے۔ جس قصر میں بیٹھے ہوئے یزدگرد نے اسلامی سفارت سے کہا تھا کہ تمہیں رستم قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ اس قصر کی زمین آج مسلمانوں کے قدم چوم رہی تھی۔ قادسیہ کا میدان رستم اور اس کے ہاتھیوں والی فوج کا قبرستان بن چکا تھا۔

وہ سرزمین جس میں نمرود نے خدائی کا دعویٰ کر کے، جناب ابراہیم کو آگ کے شعلوں میں جھونک دیا تھا، اور ان پر وہ آگ سلامتی والی بنی اور نمرود کو ایک مچھر نے ہلاک کیا۔ وہی سرزمین خلیل اللہ کی اولاد کے تصرف میں آگئی۔ سچ ہے اللہ ہی بادشاہوں کا مالک ہے وہ جسے چاہے دے اور جس سے چاہے چھین لے۔"

دو تین دن ٹھہر کر امیر لشکر اسلام حضرت سعد بن وقاص نے حکم دیا کہ دیوانات، شاہی کا خزانہ اور نادرات لا کر یکجا کیے جائیں۔ کیانی سلسلے سے لے کر نوشیرواں کے عہد تک کی ہزاروں یادگار چیزیں تھیں۔ خاقان چین، راجہ دہر، قیصر روم، نعمان بن منذر، سیاوش، بہرام، چوپایں کی زرہیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ، ہرمز اور کیقباد کے خنجر تھے۔ نوشیرواں کا تاج زرنگار اور ملبوس شاہی تھا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا۔ سینے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی ایک اونٹنی تھی، جس پر سونے کی پالان تھی اور مہار بیش قیمت یاقوت پروئے ہوئے تھے۔ ناقہ سوار سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔ سب سے عجیب و غریب ایک فرش تھا جس کو ایرانی بہار کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ فرش اس غرض کے لیے تیار کیا گیا تھا کہ جب بہار کا موسم نکل آئے تو اس پر بیٹھ کر شراب پی جائے۔ الغرض اس میں بہار کے تمام سامان مہیا کیے گئے تھے۔ درمیان میں سبزہ زار تھا، چاروں طرف جدولیں تھیں۔ ہر قسم کے درخت اور درختوں میں شگوفے، پھول اور پھل تھے۔ طرہ یہ کہ جو کچھ تھا، زر و جواہرات کا تھا، یعنی سونے کی زمین، زمرد کا سبزہ، پکھراج کی جدولیں سونے چاندی کے درخت، حریر کے پتے اور جواہرات کے پھل تھے۔

غرض یہ تمام سامان مسلم فوج کے ہاتھ آیا۔ لیکن اہل فوج ایسے راست باز اور دیانت دار تھے کہ جس نے جو چیز پائی بجنسہ لا کر افسر کے پاس حاضر کر دی۔ چنانچہ جب سارے کا سارا سامان لا کر سجا یا گیا اور دور دور تک میدان جگمگا اٹھا، تو خود

جناب سعدؓ کو حیرت ہوئی۔ بار بار تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے، جن لوگوں نے ان نادرات کو ہاتھ نہیں لگایا، بلاشبہ انتہائی دیانت دار ہیں۔"

اس کے بعد مالِ غنیمت حسبِ قاعدہ تقسیم ہو کر پانچواں حصّہ دربارِ خلافتِ اسلامیہ میں بھیجا گیا۔ فرش اور قدیم یادگاریں بجنسہ روانہ کی گئیں کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ و جلال اور اسلام کی فتح و اقبال کا تماشا دیکھیں۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سامنے جب یہ سامان چنے گئے تو انہیں بھی مسلم فوج کی دیانت اور استغنا پر حیرت ہوئی۔

معرکۂ جلولا

یہ معرکہ فتوحاتِ عراق کا خاتمہ تھا۔ مدائن کی شکست کے بعد ایرانیوں نے جلولا میں جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور ایک زبردست فوج جمع کر لی۔ خرزاد نے جو رستم کا بھائی تھا اور سر لشکر تھا، نہایت تدبیر سے کام لیا۔ اس نے شہر کے گرد خندق تیار کروائی۔ راستوں اور گذرگاہوں پر گوکھرو بچھوا دیئے۔

سپہ سالارِ افواجِ اسلامیہ حضرت سعدؓ بن وقاص کو جب یہ خبر ملی، تو انہوں نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو خط لکھا، وہاں سے جواب آیا کہ ہاشم بن عتبہ بارہ ہزار فوج لے کر اس مہم پہ پہنچ رہے ہیں اور مقدمۃ الجیش پر قعقاع میمنہ پر مسعر بن مالک، میسرہ پر عمر بن مالک اور ساقہ پر عمرو بن مرّہ متقرّر ہوں۔

ہاشم مدائن سے روانہ ہو کر چوتھے روز جلولا پہنچے اور شہر کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ مہینوں تک رہا۔ ایرانی وقتاً فوقتاً قلعہ سے نکل کر حملہ آور ہوتے تھے۔ اسی طرح اسیؔ معرکے ہوئے۔ لیکن ایرانیوں نے ہمیشہ شکست کھائی۔ تاہم شہر میں ہر طرح کا ذخیرہ موجود تھا۔ اور لاکھوں کی جمعیت تھی۔ اسی لیے بے دل نہ ہوتے تھے۔ ایک دن بڑے زور شور سے نکلے مسلمانوں نے بھی جم کر مقابلہ کیا۔ اتفاق یہ کہ دفعتاً اس زور سے آندھی چلی کہ زمین و آسمان میں اندھیرا ہو گیا۔ ایرانی مجبور ہو کر پیچھے ہٹے۔ لیکن گرد و غبار کی وجہ سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ ہزاروں آدمی خندق میں گر کر مر گئے۔ ایرانیوں نے

یہ دیکھ کر خندق کو جا بجا سے پاٹ کر راستہ بنایا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حملہ کی تیاریاں کیں۔ ایرانیوں کو بھی پل پل کی خبریں پہنچ رہی تھیں، انہوں نے اسی وقت مسلمانوں کی آمد کے رُخ پر گوکھرو بچھوا دیئے اور فوج کو سروسامان درست کر کے قلعہ کے دروازے پر جما دیا۔ دونوں حریف اس طرح دل توڑ کر لڑے کہ حد کر دی۔ پہلے تیروں کا مینہ برسا۔ ترکش خالی ہو گئے تو بہادروں نے نیزے سنبھالے۔ یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ ٹوٹ کر ڈھیر ہو گئے، تو تیغ و خنجر کا معرکہ شروع ہوا۔ جناب قعقاع نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے اور برابر آگے بڑھتے جا رہے تھے یہاں تک کہ قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گئے۔ لیکن سپہ سالارِ لشکر یعنی ہاشم پیچھے رہ گئے تھے۔ اور مسلمان فوج کا بڑا حصہ انہیں کی رکاب میں تھا۔ قعقاع نے نقیبوں سے اعلان کرا دیا کہ سپہ سالار قلعہ کے دروازے تک پہنچ گیا ہے۔ مسلم فوج نے قعقاع کو ہاشم سمجھا اور زبردست پیش قدمی کی۔ ایرانی گھبرا کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ لیکن وہ جس طرف جاتے تھے گوکھرو بچھے ہوئے تھے۔ آخر کار وہ مسلمانوں کی تیغوں سے بچ کر نہ نکل سکے۔

نامۂ فتح سالارِ لشکرِ اسلامیہ حضرت سعدؓ بن وقاص نے مژدۂ فتح کے ساتھ پانچواں حصہ غنیمت مدینہ منورہ بھیجا۔ زیاد نے جو مژدۂ فتح لے کر گئے تھے، نہایت فصاحت کے ساتھ جنگ کے حالات بیان کیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان واقعات کو اسی طرح مجمع میں بیان کر سکتے ہو؟ زیاد نے کہا۔ میں کسی سے مرعوب ہوتا تو آپ سے ہوتا۔ چنانچہ مجمعِ عام ہوا اور انہوں نے اس فصاحت و بلاغت سے تمام واقعاتِ جنگ بیان کیئے، کہ معرکہ کی پوری تصویر کھنچ گئی۔

حضرت عمرؓ بول اُٹھے کہ "خطیب اس کو کہتے ہیں۔"

اس کے بعد زیاد نے غنیمت کا ذخیرہ حاضر کیا۔ لیکن اس وقت شام ہو چکی

تھی۔ اسی لیے تقسیم ملتوی رہی، اور صحنِ مسجد میں ان کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور عبداللہؓ بن ارقم نے رات بھر پہرہ دیا۔ صبح کو مجمعٔ عام میں چادر ہٹائی گئی۔ درہم و دینار کے علاوہ انبار کے انبار جواہرات تھے۔ حضرت عمرؓ بے ساختہ رو پڑے لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ رونے کا کیا مقام ہے؟ فرمایا کہ "جہاں دولت کا قدم آتا ہے رشک و حسد بھی ساتھ آتے ہیں"

یزدگرد کو جلولا کی شکست کو خبر پہنچی تو حلوان چھوڑ کر رَے کو روانہ ہو گیا۔ اور خسرو شنوم کو جو ایک معزز افسر تھا چند رسالوں کے ساتھ حلوان کی حفاظت کے لیے چھوڑتا گیا۔ حضرت سعدؓ خود جلولا میں ٹھہرے اور قعقاع کو حلوان کی طرف روانہ کیا۔ قعقاع قصرِ شیریں (حلوان سے تین میل پر ہے) کے قریب پہنچے ہی تھے کہ خسرو شنوم خود آگے بڑھا۔ اور مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ جناب قعقاع نے حلوان پہنچ کر قیام کیا اور ہر طرف امن کی منادی کرا دی۔ اطراف کے رئیس آ آ کر جزیہ قبول کرتے جاتے تھے اور اسلام کی حمایت میں آتے جاتے تھے۔ یہ فتحِ عراق کی فتوحات کا خاتمہ تھی۔ کیونکہ عراق کی حدیں یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

وفات

آخر کار اسلام کے اس مایۂ ناز جرنیل حضرت سعدؓ بن وقاص نے ایران و عراق کا تاجِ شاہی اتار کر اسلام کے قدموں میں ڈال دیا۔ ملکِ ایران آج بھی اسلامی سلطنت کا حصّہ ہے۔ شہر سعد آباد اور قصرِ سعد ایرانی بھائیوں کی عقیدت مندی کا زبردست ثبوت ہے۔

اور اس عظیم الشان اور پیارے صحابیِ رسول (سعدؓ بن ابی وقاص) نے ۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ نمازِ جنازہ مروان بن حکم والیٔ مدینہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ تمام عشرہ مبشرہ میں سب سے بعد آپ کا انتقال ہوا اور تقریباً بیاسی سال عمر پائی۔

فاتح عراق و شام

حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

"اللہ کی تلوار"

"چست اور بے باک بہادر خالدؓ کے نام کی دہشت سے وہ تمام قوتیں مطیع ہو گئیں جو فرات سے لے کر بحیرۂ احمر تک پھیلی ہوئی تھیں اور پھر کسی کو سرزمینِ عرب پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی"

(مشہور مؤرخ مسٹر گبن)

نام : خالدؓ
خطاب : سیف اللہ
پیدائش (مکہ) ہجرت سے بیس برس قبل۔
وفات :۔ (حمص) ۲۱ھ
عمر :۔ اکتالیس سال

شجرۂ نسب خالدؓ بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر و بن مخزوم بن یقظہ بن تیم بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن مہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

حضرت خالدؓ بن ولید ایک مشہور قبیلے بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی فاطمہ بنتِ عمر بن عائذ حضرت خالدؓ کے جدِّ اعلیٰ (مخزوم) کے پوتے عمران عمرو کی پوتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سگی پھوپھی عاتکہ بنتِ عبدالمطلب جناب خالدؓ کے سگے چچا ابو امیہ بن مغیرہ کی زوجہ

تھیں۔ دوسری پھوپھی "میرہ" سیف اللہ کے دادا مغیرہ کے پوتے عبدالاسد بن ہلال کی بیوی تھیں۔ اہلبیت نبویؐ حضرت ام سلمہؓ حضرت خالد کے چچا ابو امیہ کی بیٹی تھیں جناب خالدؓ بن ولید کی والدہ لبابہ صغریٰ بنت حارث ہلالیہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنینؓ حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں۔ آپؓ کی دوسری خالہ لبابہ کبریٰ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کی زوجہ تھیں (المعارف ابنِ قتیبہ دینوری)

خالدؓ بن ولید ہجرت سے بیس برس پہلے پیدا ہوئے۔

خاندانی شرف و کمال حضرتِ خالدؓ کے والد ولید بن مغیرہ اچھے خاصے امیر آدمی تھے۔ اس کے علاوہ سوجھ بوجھ بات چیت کرنے کی لیاقت کی وجہ سے بھی انہیں خاص عزت حاصل تھی۔ اور جب کبھی کسی غیر قوم سے کوئی معاملہ طے کرنا ہوتا تو مکہ والے انہیں کو بھیجتے تھے۔ جناب خالد بن ولیدؓ بچپن ہی سے بے حد سمجھدار، بہادر اور نڈر تھے۔ گھوڑے کی سواری، تیر کا نشانہ، تلوار کے کرتب اور نیزے کے داؤ وغیرہ میں آپ کو شروع ہی سے کمال حاصل تھا۔ آپ جوان ہوئے تو یہ خوبیاں اور بھی چمک گئیں۔ آپ فطرتاً بڑی جنگی قابلیت کے مالک اور شجاع تھے۔ اسلام لانے سے پہلے قوم کی طرف سے انہیں فوجی کیمپ کا انتظام، انتظامی کمیٹیوں کی نگرانی، سامان لشکر کی حفاظت اور رسالے کی کمان سپرد کی تھی۔ یہ فرض انہوں نے بڑی خوبی سے سرانجام دیا تھا۔ جیسا کہ ان سے جنگِ احد کے موقع پر ظہور میں آیا۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچایا تھا۔

جذبۂ فلاح ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت خالد بن ولید نے اللہ کے ان نیک بندوں کو قریب سے دیکھا اور ان اچھے

کاموں کا اندازہ کیا تو قریشِ مکہ کی زیادتیاں نظر آئیں۔ اس کے بعد آپؓ کے بھائی ولیدؓ بن ولید نے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ کے نام خط لکھا کہ "اے خالد! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دریافت کرتے تھے۔ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے" یہ خط پڑھنے کے بعد جناب خالد بن ولید مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے دلی دوست اور لڑائیوں میں ساتھ رہنے والے حضرت عمرو بن العاص بھی اس ارادہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے کا ارادہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ یہ ۸ھ کی بات ہے۔

خالدؓ بن ولید جس وقت حاضرِ خدمت نبویؐ ہو کر مشرف با لاسلام ہوئے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے شکرِ خدا ادا کیا۔

اَلْحَمْدُ اللّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاکَ فِی الْاِسْلَامِ۔ یعنی شکر ہے اس خدا کا، جس نے تمہیں اسلام کی طرف راہنمائی کی۔

پھر فرمایا "اے خالد! تمہاری دانشمندی سے یہی امید تھی کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے"۔ خالدؓ نے عرض کیا کہ میں نے حضورؐ کی بہت مخالفت کی ہے۔ اس لیے معافی چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہی دنیا کو "سلامتی کا راستہ" دکھانا تھا کسی سے ذاتی عداوت نہیں تھی۔ لہٰذا خالدؓ کی تمام خطائیں فرما دیں۔

سریّہ موتہ

اسی سال سریّہ موتہ واقع ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارثؓ بن عمر کی معرفت ایک خط فرمانروائے بصرہ کے پاس بھیجا لیکن وہ جب مقام موتہ میں پہنچے تو عمرو بن شرجیل نے انہیں (مسلمان قاصد) قتل کر دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں بہادرانِ اسلام کا ایک لشکر ترتیب دیا۔ جس میں اندازاً تین ہزار جاں نثارانِ اسلام شامل تھے اور زید بن حارثؓ کو اس لشکر کا علم بردار مقرر فرمایا اور ارشاد ہوا

اگر زیدؓ بن حارث شہید ہو جائیں تو ان کے بعد جعفرؓ بن ابی طالب کو اپنا سردار بنانا۔ اگر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہؓ بن رواحہ کو علمبردار بنانا۔

چنانچہ یہ لشکر اسلام مدینہ شریف سے نکل کر جب مقام معان پہنچا۔ تو وہاں معلوم ہوا کہ ہرقل شاہ روم نے ایک لاکھ رومیوں اور ایک لاکھ عربوں پر مشتمل فوج سے فوج کشی کی ہے اور یہ دونوں لشکر سرزمین بلقا میں ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔

صرف تین ہزار جان نثارانِ اسلام اپنے مقابل دو لاکھ بہادروں کا گروہ سن کر دو راتیں معان میں ہی مقیم رہے اور سوچتے تھے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ آخر سب کی یہی رائے ہوئی کہ ایک خط کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دی جائے اور دربارِ رسالت سے جو حکم آئے اس پر عمل کیا جائے۔ لیکن عبد اللہ بن رواحہ نے کہا: "اس انتظار میں بہت دن لگ جائیں گے۔ دل کو مضبوط کر کے سب اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ جس چیز سے ڈرتے ہو۔ خدا کی قسم وہ وہی چیز ہے۔ جس کے ذوق شہادت میں ہم گھروں سے نکلے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مقابل کثیر جماعت ہے۔ لیکن ہم جمعیت کے لحاظ سے دشمن سے نہیں لڑتے۔ ہمارا لشکر اور ہماری قوت تو ہمارا اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی اسلام کی بدولت ہی آج تک فتحمند کیا ہے۔"

حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی یہ پُر تاثیر تقریر سن کر سب جان نثارانِ اسلام نے بے ساختہ کہا۔ بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اور یہ کہتے ہی سب مسلمان اسی وقت معان سے روانہ ہو پڑے اور وضع شارف کے نواح میں جا کر ٹھہر گئے۔ وہاں انہیں ہرقل کا لشکر ملا۔ مگر مسلمانوں نے سر یہ موتہ کی طرف حملہ کیا اور اسی جگہ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو پڑا۔

حضرت زیدؓ بن حارث کے ہاتھ میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔

وہ بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ مخالفین کے لشکر میں جا گھسے اور شہید ہو گئے۔ ان کے شہید ہوتے ہی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے علم تھام لیا۔ آپ رجز خوانی کرتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کا صفایا کرنے لگے۔ جب ان کا گھوڑا زخمی ہو گیا تو وہ پا پیادہ لڑنے لگے۔ آپ پر ہر طرف سے دشمنوں نے وار کرنا شروع کر دیا تو ان کا ایک بازو کٹ گیا۔ آپ نے پرچم اسلام دوسرے بازو میں تھام لیا۔ اور اسی طرح لڑتے رہے۔ جب دوسرا بازو بھی جدا کر دیا گیا تو آپ نے کٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ کر علم اسلام کو سینے سے لگا لیا۔ لیکن نیچے گرنے نہیں دیا۔ آخر آپ (حضرت جعفرؓ) نے بھی جام شہادت نوش فرما لیا۔

ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے پرچم اسلام کو اٹھایا اور گھوڑے سے اتر کر پا پیادہ جنگ میں شریک ہوئے اور خوب لڑے۔ یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ جناب عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کے بعد مسلمان پریشان ہونے لگے۔ مگر ثابت بن ارقم انصاری نے علم ہاتھ میں لے کر کہا۔ اے گروہ مسلمانان تم اپنے میں سے ایک شخص کی سرداری قبول کر لو۔ سب نے کہا تمہارے سردار ہونے پر ہم راضی ہیں۔ لیکن ثابتؓ نے کہا، میں اس کام کے قابل نہیں ہوں۔ میرے خیال میں خالدؓ بن ولیدؓ سرداری کے لیے موزوں ہیں۔ چنانچہ سب نے اس بات پر اتفاق کر لیا۔ تو خالد بن ولید آگے بڑھے اور مسلمانوں کو للکار کر بڑے جوش و خروش سے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ امیر لشکر حضرت خالدؓ جس پر اپنی تلوار کا وار کرتے تھے۔ وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ آپ یہاں تک لڑے کہ آپ کی نو تلواریں لڑتے لڑتے ٹوٹ گئیں۔ ہر تلوار کے ٹوٹتے ہی وہ دوسری تلوار لے کر دشمنوں پر شیر کی طرح جھپٹتے تھے۔ حضرت خالدؓ کی اس شجاعت اور بہادری کا دشمنوں پر ایسا رعب چھایا کہ مخالفین کے پاؤں اکھڑ گئے۔

دوسرے دن صبح جب مقابلہ کے لیے پھر دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ تو

بہادرِ اسلام خالدؓ بن ولید نے ان مسلمانوں کو جو گزشتہ دن پیچھے تھے آگے کر دیا اور اگلی صفوں کے مسلمانوں کو پیچھے کر دیا۔ اس صف آرائی سے دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی نئی کمک آ گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جب حضرت خالدؓ نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھ والی اگلی صفوں کے مسلمانوں نے بھی زبردست جوش کا مظاہرہ کیا۔ تو دشمنوں کے منہ پھر گئے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے لیکن جناب خالدؓ نے مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر ان کا تعاقب نہیں کیا اور آپؓ لشکرِ اسلام لے کر واپس مدینہ آ گئے۔

خالدؓ جرار کی فتح اور مسلمان فوج کی بے ضرر کامیاب واپسی پر پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خالدؓ بن ولید کو "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کا شاندار خطاب عطا فرمایا۔ اور آپؓ نے اپنی بہادری کے عظیم الشان کارناموں سے ثابت کر دیا کہ اس خطاب کے اصل حقدار یہی تھے۔

فتح مکہؐ شریف

صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ رسول اللہ علیہ وسلم کے حلیف اور ان کے مخالف قبیلہ بنو بکر قریش مکہؐ کا حلیف تھا اس نے اسلامی حلیف پر حملہ کر دیا اور کعبہ میں پناہ لینے کے بعد بھی بنو خزاعہ کے ٹکڑے کر دیے۔ اس موقع پر قریش نے ان ظالموں کا ساتھ دے کر شرائطِ صلح کی خلاف ورزی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ دس رمضان ۸ھ کو مدینہ سے مکہؐ چل پڑے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ ابو سفیان بن حرب کے گھر پناہ لیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ یا اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیں۔ اور یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائیں۔ وہ پناہ پائیں گے اور ان کو امن دیا جائے گا۔

مجاہدینِ اسلام کا یہ لشکر منزلیں طے کرتا ہوا جب مکہؐ شہر کے قریب پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو تین حصوں میں بانٹ دیا۔ ان تینوں لشکروں کے

سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح، حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت خالد بن ولیدؓ مقرر فرمائے۔ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ فوجیں الگ الگ راستوں سے شہر کے اندر داخل ہوں۔

قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا ارادہ کیا اور حضرت خالدؓ کے زیر کمان فوج پر تیر برسائے۔ چنانچہ دو مسلمان شہید ہوئے۔ جناب خالدؓ نے مجبوراً جوابی حملہ کیا تو یہ لوگ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ حضور نے تلوار کا چمکنا دیکھا تو خالدؓ سے باز پرس کی لیکن جب معلوم ہوا کہ ابتداء مخالفین نے کی تو ارشاد فرمایا کہ "قضائے الٰہی یہی تھی"۔

آخر کار اس معمولی جھڑپ سے نپٹ کر جب تمام مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے تو مشرک عورتیں اپنے اپنے بال کھول کر لشکرِ اسلام کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئیں اور اپنی اپنی چادر عساکرِ اسلامی کے گھوڑوں کے منہ پر مارنے لگیں۔ تاکہ گھوڑے بدک جائیں رحمۃ اللعالمین نے یہ حالت دیکھی تو تبسم فرمایا۔ الغرض خدا کا سچا رسولؐ اپنے اصحابؓ کے جھرمٹ میں پروردگارِ عالم کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوا بڑھنے لگا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے گروہِ قریش! تم جانتے ہو ہم تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ آپ مہربان اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" یعنی جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا"

بت شکن اسی رمضان میں رسالت مآبؐ نے حضرت خالدؓ کو قبیلہ بنو کنانہ کے بت "عزیٰ" کو توڑنے پر مامور فرمایا تو انہوں نے جا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

تبلیغِ اسلام فتح مکہ کے تقریباً ایک ماہ بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت خالدؓ بن ولید سپہ سالار اسلام کو مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کا سردار بنا کر قبیلہ بنی خزیمہ والوں کو تبلیغ اسلام کے لیے روانہ فرمایا۔

غزوۂ حنین شوال ۸ھ

مکہ کی فتح صحرا کے قبائل کے دلوں میں ایک کھٹکتا خار تھی۔ وہ اکٹھے ہو گئے اور ایک لشکر مرتب کر لیا جس میں عرب کے چار ہزار چیدہ چیدہ پہلوان شامل تھے۔ قبائل کا یہ لشکر وادیٔ حنین میں جمع ہوئے جب حضور کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے بھی اپنی فوج کو حنین کا رُخ کرنے کا حکم دیا۔ یہ بارہ ہزار کا لشکر رسالت مآبؐ کی معیت میں رواں دواں ہوا۔ فوج کی ترتیب میں بنو سلیم مقدمۃ الجیش تھے اور ان کی قیادت خالدؓ بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں کو کثرتِ تعداد پر غرور ہوا جو بارگاہ ایزدی کو پسند نہ آیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

ترجمہ: "حنین کے دن تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا۔ اور اس ناز سے تمہیں نقصان پہنچا اور زمین باوجود کشادگی تم پر تنگ ہو گئی۔ یہاں تک کہ تماری فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر سکینہ و اطمینان نازل کیا اور وہ لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور ان کافروں کو سزا دی بقینا وہ اسی سزا کے مستحق تھے"۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے اس جنگ میں اتنی بہادری سے مقابلہ کیا کہ آپ کا سارا بدن زخموں سے لہولہان ہو گیا اور انیس زخم آئے۔ فتح کے بعد سرورِ عالمؐ انہیں (خالدؓ) تلاش کرتے پھر رہے تھے اور بار بار فرماتے تھے تم میں سے کوئی مجھے خالدؓ کے پاس پہنچا دیتا۔ یہاں تک کہ آپؐ حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ گئے۔ دیکھا تو وہ زخموں سے چُور پڑے ہوئے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ایزدی میں خالدؓ کے لیے شفا کی دُعا مانگی۔ آپ کا دمِ مبارک ہی مرہم بن گیا اور خالدؓ سیف اللہ اچھے ہو گئے۔

حنین میں مشرکین کی شکست خوردہ فوج طائف میں پہنچی اور قلعہ بند ہو گئی مسلمان ادھر سے گزرے تو قلعہ بند فوج نے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی اور مسلمانوں نے بڑی بہادری سے آگے بڑھ کر اس بستی کو گھیر لیا۔ اور اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک کافروں نے امن وامان سے رہنے کا پکا وعدہ کر لیا۔ اس کا مقدمۃ الجیش بھی حضرت خالدؓ بن ولید کی کمان میں تھا۔

غزوۂ تبوک ۹ھ

تاجروں کا ایک قافلہ سرزمینِ شام سے آیا۔ اس نے خبر دی کہ ہرقل مسلمانوں کو تباہ کرنے کی زبردست تیاریاں کر رہا ہے۔ بہت سے عرب سردار بھی امداد کا وعدہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے اسے یہ بتایا ہے کہ عرب کے پیغمبرؐ کا انتقال ہو چکا ہے اور مسلمانوں میں نااتفاقی پھیل چکی ہے۔ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اپنے اصحابؓ کو جمع کر کے فرمایا۔

"خدا کی راہ میں ہر شخص جس قدر ممکن ہو وہ اسی قدر زرامداد پیش کرے"

یہ لڑائی معمولی دشمنانِ عرب سے نہ تھی۔ بلکہ روم کی ایسی زبردست سلطنت سے مقابلہ تھا۔ جن کے پاس ہر قسم کے اعلیٰ درجے کا سامانِ جنگ موجود تھا۔ ہرقل کی لاکھوں مسلح وزرہ پوش اور باقاعدہ فوج مسلمانوں کے مقابلے کے لیے تیار تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے زبردست لشکر سے سامنا کرتے ہوئے سامانِ خورد ونوش و زادِ راہ کی ضرورت کے لیے روپے کی بھی ضرورت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل پر اسلام کے نام لیواؤں نے ڈھیر کے ڈھیر لگا دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال و اسباب لا کر خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ فاروقِ اعظمؓ نے آدھا اور حضرتِ عثمانؓ تو اپنی غنا کے سبب سب سے بڑھ گئے تھے۔ آخر تیس ہزار جاں نثاروں پر مشتمل اسلامی لشکر تیار ہو گیا۔

تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان میں نصف راہ پر مدینہ سے چودہ منزل ہے۔ حضورؐ نے یہ خبر سن کر رومی جنگِ موتہ کا انتقام لینے کے لیے عرب پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اُس طرف آگے بڑھ کر ان کی روک تھام کرنا مناسب سمجھا تو آپ نے لشکرِ اسلام کی روانگی کا حکم دیا۔ تاکہ دشمن کو راستے ہی میں روک لیا جائے۔ غرض حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت طلحہؓ، حضرت عبداللہ اور حضرت ابن عوفؓ مختلف دستوں کی کمان کر رہے تھے۔ لشکرِ اسلام تبوک کے مقام پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اور دشمن کا انتظار کرنا شروع کر دیا مگر رومیوں کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

اکیدر اکیدر بن عبدالمالک دومتہ الجندل کا حاکم تھا، دومہ مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک پہاڑی قلعہ تھا۔ اکیدر رومیوں کا حلیف تھا۔ اور اس کی اسلام دشمنی برابر جاری تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خالدؓ کو چار سو سوار دے کر روانہ کیا۔ جب آپ دومہ پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ مگر رات چاندنی تھی۔ اکیدر باہر کے خطرے سے بے نیاز ہو کر قلعہ کے اندر عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ قلعہ کے دروازہ پر اچانک کھٹ کھٹ ہوئی۔ دیکھا تو ایک بہت بڑی نیل گاؤ ٹکریں مار رہی تھی۔ اکیدر کی بیوی نے اپنے خاوند کو بتایا تو وہ مسرت سے جھوم اٹھا۔ کیونکہ وہ شکار کا بے حد دلدادہ تھا۔ وہ خود نیل گاؤ کا شکار کرنے قلعہ سے باہر نکلا۔ حضرت خالد بھی تاک میں بیٹھے تھے۔ جوں ہی وہ منچلا شکاری باہر آیا۔ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بھائی حسان نے اکیدر کو چھڑانے کی کوشش کی تو وہ مارا گیا۔ اس کے بھائی مصاد نے حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنا شکار سنبھالا اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اکیدر نے رومیوں کا حلف اتار کر پھینک دیا اور مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا اور پہاڑی قلعہ پر اس کی

حکومت برقرار رہنے دی۔

تقررِ خالدؓ بطورِ مبلغِ اسلام

حضرت خالدؓ بن ولید تلوار ہی کے دھنی نہ تھے بلکہ خطابت میں بھی ماہر تھے۔ جو فنِ حرب کا جزوِ اعظم ہے۔ عرب کے بڑے بڑے نبرد آزما تو ہلاک ہو چکے تھے یا جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ صرف چند قبائل جو باقی رہ گئے تھے۔ ان کو بھی بڑے زور شور سے اسلام کی دعوت دی جا رہی تھی۔

چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو بنو حارث بن کعب بن مدحج کی ہدایت کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ کی تبلیغی تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ بنو مدحج کے بڑے بڑے سردار مدینہ میں آ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

بنو خزیمہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت خالدؓ ہی کی کمان میں ایک جماعت بنو عبد المدان نجرانی کی طرف دعوتِ اسلام دینے کے لیے روانہ کی۔ اور خالدؓ کو تاکید کی کہ اللہ تعالیٰ کی تلوار میان میں ہی رہے۔ آپؓ نے گھر گھر پھر کر تبلیغ کی اور سارے قبیلے کو مشرف بہ اسلام کر کے خدمتِ نبوی میں حاضر کیا۔

سنہ ھ ہی کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی مشرقی اور مغربی سمت ایک ایک دستہ حضرت علیؓ اور حضرت خالدؓ کے ماتحت روانہ فرمایا۔ اور پھر تاکید کی کہ کفار پر صرف اسی وقت حملہ کرنا جب کہ وہ پہل کریں۔ چنانچہ جب تبلیغ کی گئی تو یمنیوں نے اس کے جواب میں سنگ و خشت باری کی۔ سیف اللہ کو مدافعت میں نکلنا پڑا۔ آخر وہ لوگ بلا جبر و اکراہ مسلمان ہو گئے۔

سیف اللہؓ عہدِ صدیقیؓ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیقِ اکبرؓ خلیفہ

اوّل منتخب ہوئے تو منافقوں نے ہر طرف سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ان کی شورش اور فتنہ انگیزی بڑی حوصلہ شکنی تھی۔ مگر صدیق اکبرؓ بڑے حوصلہ مند انسان تھے۔ ان کے پائے ثبات اور استقلال میں ذرا سی بھی جنبش نہیں ہوئی۔ خلیفۂ رسولؐ نے بہادرانِ اسلام کے گیارہ دستے بنائے۔ گیارہ جھنڈے گیارہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیے۔

ایک دستہ کا جھنڈا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر کے طلیحہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

دوسرا جھنڈا عکرمہ بن ابوجہل کو دیا اور انہیں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ پر بھیجا

تیسرا جھنڈا مہاجرؓ بن ابی امیہ کو دیا اور فرمایا کہ تم یمن کی طرف جا کر اسود عنسی کے سرکش لشکر کا استیصال کر دو۔ اور اس سے فارغ ہو کر حضرموت میں جا کر بنی کندہ کی سرکوبی کر دو۔

چوتھا جھنڈا خالد بن سعید کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا، کہ تم شام کے سرحدی علاقہ پر جاؤ اور وہاں سرکش اور مرتد قبائل نظر آئیں تو انہیں سزا دے کر راہ راست پر لاؤ۔

پانچواں جھنڈا عمرؓ بن العاص کو دیا اور انہیں بنی قضاعہ کی طرف روانہ کیا۔ جو شمالی و مغربی عرب میں تھے اور ان قضاعیوں سے الگ تھے۔ جنہوں نے شام کے قریب سکونت اختیار کر لی تھی۔

چھٹا جھنڈا حذیفہؓ بن محصن الغطفانی کو اور ان کو اہلِ دبا کے مقابل بھیجا۔

ساتواں علم عرفجہؓ بن ہرثمہ کو دیا اور انہیں قبائل مہرہ کی طرف روانہ کیا۔ اور یہ بھی حکم دیا۔ کہ آگے بڑھ کر تم اور حذیفہؓ ایک دوسرے سے مل جانا۔

آٹھواں جھنڈا شرجیلؓ بن حسنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم عکرمہؓ بن

ابوجہل کے پیچھے پیچھے روانہ ہو۔ اور جب مسیلمہ کذاب سے فراغت ہو جائے تو بنی قضاعہ کی طرف بڑھ جانا۔

نواں جھنڈا معن بن حاجز کو دیا۔ اور انہیں بنی سلیم اور ان کے ہم آہنگ رفیقوں بنی ہوازان کی طرف روانہ فرمایا۔

دسواں پرچم سوید بن مقرن کو دے کر فرمایا کہ تم یمن کے علاقہ تہامہ میں جاؤ۔

گیارھواں جھنڈا علاءؓ بن الحضرمی کو دیا اور بحرین کی طرف روانہ کیا۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ سب مقامات اور قبائل میں حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قاصدوں کے ہاتھ اس مضمون کے خط روانہ کیے کہ دینِ اسلام قبول کرو۔ اور راہ راست پر آؤ۔ ورنہ ارتداد کے انجام سے ڈرتے رہو۔

طلیحہ کی شورش

تمام سرکش قبائل میں زیادہ طلیحہ کی شورش تھی۔ جس نے بنی طے کے اندرونی قبائل جدیلہ و غوث کو بھی اپنے لشکر میں لاکر جمع کر لیا تھا۔ جس میں سے کچھ تو فوراً ہی اس کے پاس چلے آئے اور بعض نے وعدہ کیا کہ ہم بعد میں آئیں گے۔

طلیحہ بہت فریبی تھا اور اس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا اور لوٹ مار کے بہت سے شوقین اور ڈاکو اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ عدی بن حاتم کے سمجھانے بجھانے پر بنی طے اور بنی جدیلہ نے طلیحہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور بلا مقابلہ دین اسلام کے آگے سرِ اطاعت خم کر دیا۔ اب خالد بن ولید اپنے لشکر کو لے کر طلیحہ کی طرف بڑھے۔ آپ نے پہلے دو انصاری بہادروں عکاسہ بن محصن اور ثابت بن اقرن کو اپنی فوج کا سردار بنا کر آگے بڑھایا۔ طلیحہ کا بھائی حبال اسلام کے لشکر پر آپڑا۔ مگر ان دونوں بہادروں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ اور

دشمنوں کو شکست دے دی۔ حبال مارا گیا اور اس کے رفقاء اپنے سردار کو میدانِ جنگ میں مردہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

بھائی کے مارے جانے کا حال سن کر طلیحہ بے تاب ہو گیا اور نہایت غیظ و غضب میں اپنے بھائی سلمہ کے ساتھ لشکرِ اسلام پر آپڑا۔ عکاشہ اور ثابت دونوں بہادرانِ اسلام اس لڑائی میں شہید ہو گئے اور خالدؓ ولید کے پہنچتے پہنچتے طلیحہ لشکرِ اسلام کو نقصان پہنچا کر واپس ہو گیا۔

حضرت خالدؓ سخت غضبناک ہو گئے اور بزاخہ میں جا پہنچے۔ طلیحہ وہیں موجود تھا۔ اس نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور میدانِ جنگ گرم ہو گیا۔ نامور شجاع عرب عنیہ بن حصن طلیحہ کے ساتھ تھا۔ اور اس کے جھنڈے تلے سات سو فزاری تھے۔ جو نہایت ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ خود طلیحہ ایک چادر اوڑھے پیمبر بنا لشکر کے پیچھے کھڑا تھا۔ دیر تک اس جدال و قتال میں کوئی نتیجہ نہ نکلا تو عیینہ نے طلیحہ کے پاس جا کر پوچھا۔ فرمایئے آپ پر جبریل آئے اور کوئی خبر لائے اس نے کہا ابھی نہیں۔ اُدھر مسلمان زیادہ جوش و خروش سے حملہ کر رہے تھے اور طلیحہ کے اور طلیحہ کے ہمراہی بدحواس ہوئے جا رہے تھے آخر عیینہ پھر گھبرایا۔ طلیحہ کے پاس گیا۔ اور اس نے پھر وہی دریافت کیا کہ اب بھی جبرئیل آئے یا نہیں۔ ہمارا تو کام ہی تمام ہوتا جاتا ہے۔

آخر عیینہ مایوس ہو گیا اور اپنے قبیلہ کے لوگوں یعنی فزارہ سے چلا کر بولا۔ "بے شک خدا کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ جس کو ہم زندگی بھر نہ بھولیں گے۔ اے بنی فزارہ بس ہو چکا۔ واپس چلو یہ پیغمبر نہیں ہے۔ بلکہ جھوٹا مکار شخص ہے۔" بنی فزارہ اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی بھاگے۔ اور ساتھ ہی طلیحہ کے لشکر نے بھی شکست کھائی۔ طلیحہ اپنی بیوی نوار کو

اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ نکلا۔ بھاگتے بھاگتے اپنے لشکر سے کٹتا گیا۔ لوگو جس کسی کو بن پڑے امیری طرح اپنی اپنی جورو کو لے بھاگے۔ طلیحہ نے یہاں سے فرار ہو کر سرحدِ شام پر جا کر دم لیا اور بنی کلب میں آ ترا۔

اُمِّ زمل

اُمِّ زمل ایک حسین عورت تھی۔ وہ قبیلۂ بنو غطفان کے سردار کی بیٹی تھی۔ اس نے بھی جھوٹا دعوئ نبوت کیا۔ اس کے حسن وجمال کے سبب بیشتر نوجوان اس کے معتقد ہو گئے۔ کئی ایک مرتد قبائل بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے اسے اپنی طاقت پر بے حد زعم تھا۔ اسے اس بات پر بھی ناز تھا کہ وہ بڑے بڑے بہادروں کو اپنے حسن کے جادو سے بھی مطیع کر سکتی ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے جب اس سرکش عورت کا حال سنا تو اپنے لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔ قریب پہنچے تو امِّ زمل کو مقابلہ کے لیے تیار پایا۔ دونوں جانب جنگ کی صفیں مرتب ہوئیں اور بڑی سخت لڑائی ہونے لگی۔ امِّ زمل ایک ناقہ پر سوار میدانِ جنگ کے درمیان تھی اور لوگ اس کے اونٹ کے پیچھے جانب داری سے لڑتے اور کٹتے مر رہے تھے۔ مسلمانوں کو یقین ہو گیا۔ کہ جب تک یہ اونٹنی کھڑی ہے۔ دشمنوں کو شکست نہیں ہو سکتی۔ اس خیال سے بہادرانِ اسلام نے امِّ زمل پر حملہ کیا اور ان تمام لوگوں کو مار مار گرا دیا اور ہٹا دیا۔ جو امِّ زمل کے ناقہ کو جھرمٹ میں لئے ہوئے تھے۔ آخر جاں نثارانِ اسلام نے اس مرتد عورت کے ناقہ کی کونچیں کاٹ کر اُسے گرا دیا۔ اونٹ کی محمل سے گرتے ہی امِّ زمل کسی مسلمان کے ہاتھ سے ماری گئی اور اس کے تمام رفقاء سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔

مسیلمہ

مسیلمہ نبوت کا ایک جھوٹا دعوے دار تھا۔ اور وہ کافی طاقتور تھا اس کے ساتھ بنی حنیفہ کے چالیس ہزار سوار تھے۔ وہ کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ تھے۔ ان کا صدر مقام یمامہ تھا۔ جو وسطِ عرب میں قدرے

مشرق کی طرف واقع ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ لیکن انہوں نے جلد بازی سے کام لیا اور نقصان اٹھایا۔ شرجیل رضی اللہ عنہ یہ حال سن کر راستے میں ہی ٹھہر گئے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں جب اس شکست کا حال لکھا تو ابوبکر صدیق نے فوراً جواب میں لکھا۔ خبردار! وہاں سے واپس نہ چلے جانا۔ تم مسیلمہ کو چھوڑ کر حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عرفجہ رضی اللہ عنہ کی طرف کوچ کر کے یمن و حضرت موت میں مہاجر رضی اللہ عنہ سے جا ملو اور شرجیل رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید تمہارے پاس آرہے ہیں۔ جب تک تمہارے پاس نہ آجائیں تم جہاں ہو وہیں مقیم رہو اور جب مسیلمہ کذاب کی مہم سے فراغت ہو جائے تو تم عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص سے جا ملنا جو بنی قضاعہ کے مقابلے پر گئے ہوئے ہیں۔

غرضیکہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے مہاجرو انصار کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ادھر شرجیل رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کی روانگی کا حال سنا تو ان سے پہلے کوچ کر کے حملہ کر دیا اور مسیلمہ کذاب کے لشکر سے مڈھ بھیڑ شروع کر دی۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو اس پر شرجیل رضی اللہ عنہ کو سرزنش کی۔ ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ انتظام کیا کہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کی کمک کے لیے سلیط رضی اللہ عنہ کو بھی ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ تاکہ کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ خالد رضی اللہ عنہ کی پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہو سکے۔

جنگ یمامہ

بہرحال حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے مسیلمہ کذاب کے علاقہ میں مقام عقربا میں پڑاؤ ڈالا۔ جب مسیلمہ کو لشکرِ اسلام کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے ایک شریف و نامور سردار مجاعہ بن مرارہ کو تھوڑی سی فوج دے کر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ لیکن بہادرانِ اسلام نے اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس کے بعد مسیلمہ نے خود مقابلے کا انتظام کیا۔ مال و اسباب کا لشکر پیچھے رکھا اور اس کے بیٹے شرجیل بن مسیلمہ نے بنی حنیفہ کے سامنے ایسی جوش دلانے والی تقریر کی کہ وہ جوش و خروش سے میدانِ جنگ میں کود پڑے۔

لڑائی نہایت زوروں سے ہو رہی تھی۔ حق و باطل پوری قوت سے لڑ رہے تھے اور کوئی ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ بنی حنیفہ کی طرف سے سب سے پہلا حملہ نہار الرجال نے کیا اور کمال پامردی سے مسلمانوں کی صفوں میں گھس پڑا۔ مگر حضرت عمرؓ کے بھائی زید بن خطاب نے مقابل ہو کر اس کا کام تمام کر دیا۔

نہال الرجال کے مارے جانے کے بعد مسیلمہ کذاب کے لوگ بھڑک اُٹھے اور سربکف لڑنے لگے۔ دونوں فوجیں مل گئیں، کشتوں کے پشتے لگنے لگے۔ اتنے میں بنی حنیفہ نے اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ سرداروں نے ہزار سنبھالا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، مہاجرین کے علم بردار عبداللہ بن حفص شہید ہو گئے تو بنو حذیفہ کے غلام سالم نے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا مگر باوجود جاں نثاران اسلام کی ان جان بازیوں کے مسلمان برابر پیچھے ہٹتے اور بھاگتے چلے آتے تھے۔

اس وقت بنی حنیفہ نے موقع پا کر خالدؓ بن ولید کے خیمہ پر حملہ کر دیا۔ تاکہ وہ اپنے سردار مجاعہ کو چھڑا لیں، دشمنوں کی یہ یلغار دیکھ کر خود حضرت خالدؓ کو خیمہ چھوڑ کر ہٹنا پڑا۔ اور وہ لوگ مجاعہ کے پاس پہنچ گئے۔

اتنے میں مسلمانوں نے از سرِ نو مرتب ہو کر پھر حملے شروع کر دیئے۔ جناب خالدؓ نے تو اس زور شور سے حملہ کیا، بنی حنیفہ مجاعہ کو اسی طرح پابہ زنجیر چھوڑ کر بد حواسی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔

جلد ہی بنی حنیفہ نے بھی اپنے قدم جما لیے تھے۔ اب پھر قیامت خیز لڑائی ہونے لگی۔ کسی وقت تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان شکست کھا کر اب بھاگے اب بھاگے

اور کبھی ایسا نظر آتا تھا۔ کہ بنی حنیفہ میں دم نہیں رہا اور پیٹھ دکھانے کو ہی ہیں۔

اسی مضطربانہ حالت میں لشکر مہاجرین کے دونوں سردار ابو حذیفہ رضؓ اور زید بن خطاب شہید ہو گئے اور جناب ابو حذیفہ رضؓ کے غلام سالم نے بھی درجہ شہادت پالیا۔ دونوں طرف کے لوگ بکثرت مارے گئے۔ کوئی بھی نہ کہہ سکتا تھا کہ کون زیادہ خسارہ میں ہے۔

لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت خالد بن ولید نے دل میں کہا کہ "جب تک مسیلمہ زندہ ہے یہ لوگ شکست نہیں کھائیں گے" یہ سوچتے ہی سیف اللہ رضؓ نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ سربکف ہو کر حملہ کیا۔ اور یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نعرے لگاتے ہوئے یہ جان نثاران اسلام دشمنوں میں گھس پڑے، جو سامنے آیا اُسے مار گرایا اور اسی شجاعت سے مسیلمہ کذاب کے قریب پہنچ گئے تو اس کا نام لے کر پکارا اس نے جواب دیا کہ کیا کہتے ہو میں موجود ہوں۔ خالد رضؓ اور قریب پہنچے، تو اپنی طرف سے چند ایسی شرائط صلح پیش کیں جو دشمنوں کے موافق تھیں۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شرط کو پیش کرتے اور وہ ایک جانب منہ پھیر کر ہاں یا نہ کا جواب دیتا۔ ایک شرط پر جیسے ہی اس نے منہ پھیرا تو خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر جھپٹ پڑے کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ مسیلمہ کے بھاگتے ہی ساتھ والوں کو بھی شکست ہو گئی، تو خالد رضؓ نے پکار کر کہا "ابھی صلح کی شرطیں تو طے ہو جانے دو" مگر بدحواسی میں کون سنتا تھا ؟

بنی حنیفہ کے ایک سردار محکم نے غل مچا مچا کر اپنے مفرور لوگوں سے کہا "باغ میں باغ میں" چنانچہ وہ سب لوگ باغ میں گھس گئے، جو بالکل قریب تھا۔ اور انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی اس باغ کا پھاٹک بند کر لیا۔

ادھر اسد رضؓ نے چلا کر مسلمانوں سے کہنا شروع کیا کہ مجھے کسی طرح اچھال کر باغ کے اندر ڈال دو۔ لوگوں نے کہا یہ تو ہم سے نہ ہو گا۔ انہوں نے کہا

نہیں تم سے ضرور ہو گا۔

یہ کہتے ہی جناب اسدؓ نے ایک چھلانگ لگائی اور وہ دیوار پر تھے۔ اس سے قبل کہ باغ والے ان کی طرف رخ کریں وہ (اسدؓ) اندر کود پڑے۔ بنی حنیفہ نے اسدؓ کو اکیلا پاکر چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر وہ سب سے لڑتے بھڑتے پھاٹک کے پاس پہنچے اور اسے کھول دیا۔

پھاٹک کھلتے ہی سارے مسلمان اندر داخل ہو گئے اور بنی حنیفہ پر مسلمانوں کی تلواریں قہر الٰہی کی بجلیاں گرانے لگیں۔

مسیلمہ کا قتل اب زور شور سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اتنے میں یکایک ایک شخص نے مسیلمہ کذاب پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ گر پڑا۔ ساتھ ہی ایک انصاری بزرگ نے جو قریب ہی تھے۔ جوش کے ساتھ اس پر ایک ایسی بھرپور تلوار ماری کہ مسیلمہ کذاب کا خاتمہ ہو گیا۔ مسیلمہ کے مرتے ہی بنی حنیفہ اپنے جھوٹے پیغمبر کو خاک و خون میں غلطاں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

مسیلمہ کا قاتل اب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جستجو ہوئی کہ مسیلمہ کا اصلی قاتل کون ہے۔ تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کارِ نمایاں جبیر بن مطعم کے اسی حبشی غلام وحشی سے ظاہر ہوا ہے۔ جس نے غزوۂ احد میں سید الشہدا عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر حمزہؓ کو دغابازی سے شہید کیا تھا۔ اسی نے اس موقع پر مسیلمہ کذاب کی جان لی اور محض حسبۃً للہ وہ اس امید پر کہ شاید یہ کام اس کے گذشتہ جرم کا کفارہ ہو سکے۔

الحاصل لڑائی اب ختم ہو چکی تھی۔ بنی حنیفہ چاروں طرف بھاگ رہے تھے اور مسلمان انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر قتل کر رہے تھے اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پا بزنجیر مجاعہ کو اپنے ساتھ لیا اور میدانِ جنگ میں گشت لگانے

لگے۔ جہاں چاروں طرف لاشیں بچھی ہوئی تھیں۔ حضرت خالدؓ نے مجاعہ سے پوچھا تمہارا سردار کہاں ہے؟ تو اس نے لاشوں کے ڈھیر میں سے ڈھونڈ نکالا اور حضرت خالدؓ کو دکھایا "بدشکل اور کریہہ منظر ایک پست قد کا انسان یہ تھا مسیلمہ کذاب" جو مسلم قوم اور دین اسلام کے لیے زبردست خطرے کا باعث بنا رہا۔

اس محشر خیز لڑائی میں اگرچہ خدا نے مسلمانوں کو کامیاب کیا لیکن نقصان بھی بہت ہوا۔

مدینہ شریف کے مہاجرین و انصار میں ۳۰۰ بزرگان امت واصل برحق ہوئے۔ مکہ کے رہنے والوں میں سے ۳۰۰ صحابیوںؓ نے جام شہادت نوش کیا۔

بنی حنیفہ کے سات ہزار آدمی، عقرباء کے میدان میں سات ہزار باغ کے اندر اور اتنے ہی بھاگتے میں کل اکیس ہزار آدمی مارے گئے۔

بیرونی خطرات

اندرونی بغاوتوں کو کچلنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ بیرونی خطرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ فارس اور روما کی سلطنتیں مشرق اور مغرب کی طرف واقع تھیں اور ان کی سرحدوں پر ایسے قبائل آباد تھے جو ان کے زیر سایہ طاقت پکڑ رہے تھے۔ ان طاقتور ہمسایوں کے لیے مسلمانوں کا عروج پریشانی کا سبب ہوا۔ انہوں نے کبھی کبھی ان قبائل کو شرارت پر اکسانا شروع کر دیا اور جب بھی سرحدی قبائل اسلامی حکومت کے خلاف سر اٹھاتے تو اُن کی اعلانیہ اور خفیہ مدد کی جاتی۔ شمال کی طرف ملک شام اور مشرق میں عراق، یہ دونوں اصل میں ملکِ عرب کے حصے تھے۔ لیکن اب شام پر رومیوں کی حکومت تھی اور عراق پر ایرانیوں کا قبضہ تھا۔

ایرانی ہمیشہ ہی مسلمانوں کی مخالفت کرتے رہے۔ جب بحرین کے باشندوں نے بغاوت کی تو انہوں نے اعلانیہ ان کی مدد کی، بنی بکر کے بہادر سردار مثنیٰؓ بن حارث ان کی بغاوت کو فرو کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں جہاد

جاری رکھنے کا حکم دیا۔ ان کے پاس صرف آٹھ ہزار فوج تھی اور دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کافر اور نصرانی قبائل آپس میں مل گئے تھے۔ جب خلیفۃ المسلمین نے یہ سنا تو آپؓ نے اللہ کی تلوار کو بے نیام کرنے کا عزم کر لیا، لہٰذا آپ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو مثنیٰؓ کی مدد اور عراق کی فتح کے لیے روانہ فرمایا۔

عراق کی طرف پیش قدمی

حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ "یعنی شمشیر الٰہی" کا خطاب عنایت فرمایا تھا۔ یہ اسی خطاب کی برکت تھی۔ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جس طرف جاتے تھے۔ فتح و نصرت اُن کے قدم چومتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم سے خالدؓ بن ولید یمامہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلے عراق کے سرحدی شہروں فالقیا بارو سما اور لیس میں فروکش ہوئے۔ اور وہاں کے لوگوں نے فوراً حاضر ہو کر سر اطاعت خم کر کے صلح کی درخواست کی، جناب خالدؓ بن ولید نے ان اطاعت اپنی مہم کا دیباچہ خیر تصور کر کے وہاں کے حاکم ابن سلوبہ سے صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ لشکر اسلام کو لے کر آگے بڑھے اور خاص شہر حیرہ میں قیام کیا۔ وہاں کا سردار ایاس بن قبیضہ خسروانِ عجم کے والی کی حیثیت سے جو حکومت کر رہا تھا۔ وہ حیرہ کے عمائدین شہر اور معزز سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جناب خالدؓ نے یہ شرائط پیش کیں۔ کہ "یا تو ایمان لاؤ۔ اور دینِ اسلام قبول کر لو۔ یا جزیہ دو۔ ان شرائط میں سے اگر کوئی ایک منظور نہیں تو مقابلہ کرو۔ تلوار خود بخود فیصلہ کرے گی۔ اور انجام میں ہتھیار اٹھانے والے واجب القتل قرار پائیں گے"۔ ایاس نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اس صلح کے بعد حیرہ اور اس کا علاقہ اسلام کی حمایت اور حفاظت میں لے لیا گیا۔

اہل حیرہ کے مطیع ہوتے ہی اطراف و جوانب کے تمام گاؤں اور قصبات کے لوگوں نے سرِ اطاعت خم کر کے جزئیے دینے قبول کر لیے۔ اور آلِ نعمان کی ساری قلمرو

صدیوں کے بعد دولتِ ساسانی کی غلامی سے آزاد ہو کر ملک عرب میں شامل ہو گئی۔

فارس کی اس تبلیغی مہم کا خاکہ خود حضرتِ ابوبکر صدیق رض نے بنا کر خالد رض کو حکم دیا تھا کہ تم شہر ایلہ کی طرف سے (جو حیرہ سے قریب تھا) حملہ شروع کرنا اور عیاض رض بن غنم کو یہ لکھا تھا کہ تمہارا حملہ شہر مفیح کی طرف سے شروع ہو۔ جو سرحدِ عراق کے زیادہ شمالی حصّے میں ہے۔ اُدھر سے قلمرو عراق میں داخل ہو کر برابر بڑھتے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ خالد رض سے جا ملو۔ مثنیٰ بن حارثہ کو فارس پر حملہ کرنے کی پہلے ہی اجازت مل گئی تھی اور وہ لڑائی چھیڑ چکے تھے کہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے۔

چنانچہ دونوں سپہ سالارِ عساکرِ اسلامی نے احکام خلافت کی پابندی کی اور جناب خالد رض نے اپنی زبردست مہم کے لیے بارگاہِ خلافت سے مدد مانگی تو حضرتِ ابوبکر صدیق رض نے قعقاع بن عمرو تمیمی کو تن تنہا حضرتِ خالد کی کمک پر روانہ کیا۔ جب یہ جا چکے تو بعض لوگوں نے جناب خلافت مآب رض سے حیرت کے لہجہ میں عرض کیا۔ خالد رض نے تو مدد مانگی اور آپ رض نے اکیلے متنفس کو روانہ کیا۔ تو فرمایا اس پر تعجب نہ کرو، قعقاع وہ شخص ہے کہ جس لشکر میں ان کا سا ایک جانباز ہوا سے شکست نہیں ہو سکتی۔" اسی طرح عیاض رض کی مدد پر آپ نے عبداللہ رض بن عوث حمیری کو بھیجا۔ پھر سرحدی عرب سردارانِ مثنیٰ، حرملہ، مواذر اور سلمیٰ کو حکم بھیجا کہ تم سب مقام ایلہ میں خالد رض کے لشکر سے جا ملو۔

الغرض حضرت خالد رض بن ولید کے ہمراہ دس ہزار جنگجو بہادران عرب پہلے ہی تھے۔ اب مثنیٰ وغیرہ کے ہمراہ آٹھ ہزار سپاہی اور پہنچ گئے۔ اور کل اٹھارہ ہزار فوج پرچم اسلام کے نیچے جمع ہو گئی۔

چنانچہ حضرت خالد رض بن ولید نے اپنے لشکر کو تین حصّوں پر تقسیم کر دیا اور ان تینوں کو جدا جدا راستوں سے بڑھایا۔ سب سے پہلے جو حصّہ روانہ کیا اس کے سردار مثنیٰ بن حارثہ تھے۔ اس کے بعد والے حصّے کے سردار عدی بن حاتم اور تیسرے حصّہ فوج کو ساتھ

لے کر خود جناب خالدؓ روانہ ہوئے اور باہم یہ قرار پایا کہ تینوں لشکر مختلف راستوں کی طرف سے مقام حفر میں مل جائیں۔

حفر پہاڑوں کی ایک گھاٹی تھی، جو فارس کی طرف جانے والی گھاٹیوں سے زیادہ بڑی اور سب سے سخت اور دشوار گذار تھی۔ یہاں کا حاکم ایک معزز و نامور فارسی سردار ہرمز تھا۔ جو خشکی میں عربوں سے اور بزراہِ دریا اہل ہند سے برسر پیکار رہا کرتا تھا۔ اُسے جب سیف اللہ حضرتِ خالدؓ کے بڑھنے کی خبر ہوئی تو اس نے دارائے عجم خسرو اردشیر کو اطلاع دی کہ مقابلہ کے لیے سارا ملک تیار ہو جائے۔ کیونکہ عربی لشکر سرحد میں داخل ہو گیا ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے تاج و تخت کے خواستگار ہیں۔ ساتھ ہی اسے جتنی فوج فراہم ہو سکی وہ اپنے پرچم تلے جمع کر کے آگے بڑھا۔ اور درہ حفر میں پہلے ہی پہنچ گیا۔ تاکہ مسلمانوں کو یہاں سے گزرنے نہ دیا جائے۔ اس کے لشکر مقدمۃ الجیش کے سردار قباد اور انوش جان تھے۔ اور وہ بانیٔ دولتِ ساسانیہ کی نسل سے تھے۔ بہادرانِ عجم نے مجتمع ہو کر باہم معاہدہ اور عہد کیا کہ حمایتِ وطن میں جان دے دیں گے مگر دشمنوں کو ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیں گے۔ چنانچہ اس عہد و پیمان نے عملی صورت یہ پیدا کی کہ دلاورانِ ایران نے باہم ایکدوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تاکہ کوئی بھاگے تو نہ بھاگ سکے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ حالات معلوم ہوئے تو آپؓ نے ارادہ کیا کہ عجمی لشکر جس گھاٹی میں جمع ہے۔ اُسے چھوڑ کر اور سردارانِ ایران کو غافل رکھ کر کسی اور گھاٹی سے پار ہو جائیں اور وہ اسی خیال سے اپنے لشکر کو ایک اور گھاٹی کی طرف لے چلے۔ مگر ہرمز کو بھی گھڑی گھڑی کی خبر مل رہی تھی۔ اور ہرمز کے زبردست لشکر نے حضرت خالدؓ سے پہلے ہی اس گھاٹی پر پہنچ کر لشکرِ اسلام کا راستہ روک لیا۔ جناب خالدؓ نے اس گھاٹی کو بھی بند پا کر ایک ایسے مقام پر جا کر قیام کیا جہاں پانی میسر نہ تھا۔ مگر بہادرانِ ایران نے اسی حالت میں ایرانیوں سے لڑنا شروع کر دیا۔

خدا کی قدرت دیکھئے کہ یکایک آسمان پر ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے ان کی خیمہ گاہ میں برسنے لگا اور ان کے آگے جدھر ایرانی تھے وہ میدان خشک پڑا رہا۔ اور خدا کی اس مہربانی سے مسلمانوں نے حسب ضرورت بارش کا پانی جمع کر لیا۔ اس تائید ایزدی سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔

جنگِ سلاسل

اتنے میں ہرمز میدانِ جنگ میں آیا اور اپنے لشکر کی صفوں سے نکل کر گھوڑے پر ادھر اُدھر تزک و احتشام سے چکر لگانے لگا اور خود خالد بن ولید کو اپنے مقابلے کے لیے بلایا مگر ہرمز نے اپنی فوج سے کہہ دیا تھا کہ تم موقع دیکھ کر فوراً آ پہنچنا اور غداری وغیرہ کا کچھ خیال نہ کرنا، ہمیں جس طرح ممکن ہو فتح حاصل کرنی چاہئیے

حضرت خالد بن ولید نے جو دیکھا کہ دشمنوں کا سپہ سالار مجھے بلا رہا ہے۔ تو پیدل دوڑتے ہوئے اس کی طرف چلے۔ جناب خالدؓ کو پا پیادہ دیکھ کر ہرمز بھی گھوڑے سے اتر پڑا اور دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔

خالد بن ولیدؓ کو حریف پر غالب دیکھ کر عجمی سپاہ کے لوگ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے بڑھے۔ مگر وہ ابھی پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ سیف اللہ نے ہرمز کا کام تمام کر دیا اور وہ زمین پر پڑا تڑپنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی بہادرِ اسلام قعقاعؓ نے تکبیر کے نعرے بلند کر کے لشکرِ عجم پر حملہ کر دیا۔ اور ان لوگوں کو مار مار کر ہٹا دیا جو حضرت خالدؓ کی طرف آ رہے تھے۔ ایرانی جان بچانے کے لیے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ کئی سپاہیوں نے خود کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا تاکہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگ نہ جائیں۔ لیکن انہیں پھر بھی بھاگنا پڑا۔ اور وہ مارے گئے اور بہت سے ایرانی لشکر بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ ان کے ساتھ قباذ اور انوش جان بھی اپنی اپنی جانیں بچا کر فرار ہو گئے۔ ہرمز کا تاج خلیفۃ المسلمینؓ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ تو صدیق اکبرؓ خالدؓ کی بہادری کے کارنامے سے بے حد خوش ہوئے اور وہ تاج انہیں (حضرت خالدؓ) کو بخش دیا گیا۔

حصن المراۃ

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید فاتح لشکر کو لے کر آگے بڑھے۔ خود تو نصیریا کے پل والے میدان میں فروکش ہوئے اور مثنیٰ کو فارسیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جنہوں نے ایرانیوں کے پیچھے پیچھے جا کر ایک قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جس کی قلعہ دار ایک خاتون تھی۔ یہ نیک خاتون مسلمانوں کے پہنچتے ہی ایمان لے آئی اور مسلمانوں نے اس قلعہ کا نام حصن المراۃ یعنی عورت کا قلعہ رکھ دیا۔

کاشتکاروں اور عام رعایا سے خالد بن ولید نے بالکل تعرض نہیں کیا۔ نہ ان کو لوٹا اور نہ مارا۔ نہ ان کے کھیتوں کو پامال کیا اور نہ ان کے کام میں خلل انداز ہوئے۔ جس کی وجہ سے ملک میں بخوبی امن و امان رہا۔

جنگِ جوئے ثنا

ہرمز تو دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ مگر اس کی تحریر خسرو عجم اردشیر کے پاس پہنچی تو اس نے اپنے ایک نامی سردار قارن کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ہرمز کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ قارن ابھی مقام مذار تک پہنچا تھا کہ اسے میدان جنگ سے بھاگے ہوئے عجمی فوجی ملے۔ انہوں نے ہرمز کے مارے جانے کی پُر درد داستان سنائی۔ قارن نے ان ہزیمت خوردہ سپاہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور آگے بڑھا۔ تو قباد اور انوشجان بھی اپنی اپنی جمعیتوں کے ہمراہ اس سے آ ملے اور اس زبردست لشکر نے جوئے ثنا کے کنارے اپنا پڑاؤ ڈالا۔

اُدھر جناب مثنیٰ دشمن کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ راستے میں انہوں نے دو اور قلعے فتح کر لیے۔ لیکن ان کی پیش قدمی میں ایک بہت بڑی نہر حائل ہو گئی، جو کہ دریائے دجلہ کی ایک شاخ تھی۔ اور وہ کافی خطرہ میں گھر گئے۔ ان کی معمولی سی فوج شاہِ ایران کے اس لشکر کا جو ہرمز کی مدد کو جا رہا تھا۔ مقابلہ نہ کر سکی۔ ان سپاہیوں نے سخت مقابلہ کیا مگر دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور فتح غیر یقینی تھی۔ جناب مثنیٰ سخت پریشان تھے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے جھنڈے لہراتے ہوئے میدان جنگ میں آ داخل ہوئے

وہ عین موقع پر آئے تھے۔ اور ان کے حملوں نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور وہ بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ بے شمار آدمی قتل ہوئے۔ بہت سے غرقِ دریا ہوئے۔ چند ایک کشتیوں کے ذریعے جان بچا سکے۔ اسی جنگ میں قارن جناب مقعل رضؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور جناب عاصم کے ہاتھ سے انوش جان نذرِ اجل ہوا اور بہادرِ اسلام عدیؓ بن حاتم کی تلوار سے قباد کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

جب اس شکست کا حال اردشیر والیٔ عجم نے سنا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ نہایت حیران ہوا۔ اور آخر اندر زغر نامی عراقی سپہ سالار کو مسلمانوں کی روک تھام پر مامور کیا اور اسے آگے بڑھاتے ہی اس کے پیچھے دوسرے عجمی سردار بہمن جاذویہ کو ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ تاکہ اس کی مدد کرے۔ اندر زغر نے کوشش کر کے علاقہ میں بڑا عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ سرحدی علاقوں کے عرب جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ وہ بھی اس کے علم ساسانی کے نیچے جمع ہوئے اور اس علاقہ کے قریب قریب تمام زمیندار دہقان اس لشکرِ عجم میں شامل ہو گئے اور آخر کار سب نے بڑے جوش و خروش سے مقام ولجہ میں آکر پڑاؤ ڈال دیا۔

جنگِ ولجہ

حضرت خالدؓ بن ولید ہر شنی کے کنارے پر تھے۔ اس لشکرِ عجم کے آنے کا حال سنا تو فوراً کوچ کر کے ولجہ میں پہنچ گئے۔ اور دشمن کے مقابل صف آرا ہوئے۔ یہاں حضرت خالدؓ نے کاروائی کی کہ دونوں جانب بہت سی فوج کمین گاہوں میں چھپا کر بٹھا دی۔ یہ انتظام مکمل کر کے حضرت خالدؓ نے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف کے سپہ گروں کی لڑتے لڑتے یہ حالت ہو گئی۔ کہ سلاحِ جنگ چلاتے چلاتے ہاتھ شل ہو گئے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اب ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خالدؓ نے کمین گاہ والوں کو بہت دیر میں نکلنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد یک بیک جو دونوں پہلوؤں پر کمین گاہوں

سے بہادرانِ اسلام تکبیروں کے نعرے لگاتے ہوئے نکلے تو عجمیوں کے ہوش و حواس اڑ گئے اور ان تازہ دم شہسواروں نے جیسے ہی حملہ کیا، فارسیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ منتشر اور بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ اندر زغر اس شکست کے وقت اگرچہ کسی تدبیر سے نکل بھاگا مگر بھاگنے سے فائدہ نہ ہوا۔ وہ اس لیے کہ ایسے صحرائے لق و دق اور وحشت ناپید اکنار میں جا پڑا کہ بھوکا پیاسا پیوندِ زمین ہو گیا۔ بجیر کے بیٹے نیز عبدالاسود کے بیٹے کو حضرت خالدؓ بن ولید نے گرفتار کر لیا۔

جنگِ الیس اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالدؓ بن ولید آپ کے سپاہیوں کو بمشکل آرام کا سانس لینا نصیب ہوا تھا کہ ایک اور لشکر نمودار ہوا۔ تو تھوڑی سی فوج پیچھے چھوڑ کر آپ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ بدو اور عیسائی تھے جنہوں نے گذشتہ جنگ میں ذلت آمیز شکست کھائی تھی۔ وہ اس بے عزتی کا انتقام لینے آئے تھے۔ انہوں نے شاہ ایران سے بھی مدد مانگی اور اس نے بھی اپنے وفادار قبائل کی اعانت کے لیے لشکر روانہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ بدو مشتعلانہ جذبات کے تحت لڑ رہے تھے۔ لیکن حضرت خالدؓ کے خلاف لڑنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ آپ کے اس جان فروش مجاہد نے لڑنے کا نیا ڈھنگ نکالا۔ آپؓ دیوانہ وار لڑ رہے تھے اور ہر محاذ پر موجود ہوتے۔ اور بجلی کی تیزی سے اپنے تمام لشکر میں گھوم رہے تھے۔ ہر ایک دستے کے سپاہی یہی سمجھتے کہ ان کے سردار انہیں کے دوش بدوش لڑ رہے ہیں اور اچانک اللہ کی تلوار چمکی اور بدوؤں کے سردار کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس سے ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور انہوں نے بھاگنے کی ٹھانی۔ لیکن ایرانیوں نے اپنی شجاعت سے انہیں ابھارا اور جنگ زور پکڑ گئی۔ دونوں طرف کا پلہ بھاری نظر آ رہا تھا۔ تاہم ایرانی بھی مسلمانوں کے جان توڑ حملوں کی تاب نہ لا سکے اور واپسی کا بگل بجا دیا اور میدانِ جنگ میں لاشوں کے ڈھیر چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

یہ رنگ دیکھتے ہی حضرت خالدؓ نے اپنے بہادروں کو پکار پکار کر کہنا شروع کیا۔

"قید کرو، قید کرو اور اگر قید نہ ہو سکیں تو قتل کر دو!" یہ حکم سنتے ہی بہادرانِ اسلام نے مغرور دشمنوں کو اسیر کرنا شروع کر دیا اور ہزاروں دشمن قید ہو کر تہہ تیغ ہو گئے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار عرب و عجم مارے گئے۔

ان فتوحاتِ عراق و عجم میں "سیف اللہ" خالدؓ بن ولیدؓ کے کارنامے سُنکر خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیقؓ بے انتہا خوش ہوئے۔ اور بے اختیار ان کی زبانِ مبارک سے نکلا کہ "عورتیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ثانی پیدا کرنے سے عاجز ہیں!"

اہلِ حیرہ کی سرکوبی

اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ اہلِ حیرہ نے عہد شکنی کر کے پھر بغاوت و سرکشی اختیار کر لی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید اپنے بہادر لشکر کے ساتھ مغیشیا سے کوچ کر کے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بار برداری کے سامان کو کشتیوں پر لاد کر دریا کے راستے سے سفر اختیار کیا۔ سردار آزادیہ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے حیرہ میں موجود تھا۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی روانگی کا حال سنتے ہی اس نے اپنے بیٹے کو روانہ کیا۔ اس نے دریا کو کاٹ کر اس کا پانی دوسری طرف بہا دیا۔ جس کی وجہ سے دریا پایاب ہو گیا اور مسلمانوں کی کشتیاں دلدل میں پھنس گئیں۔ حضرت خالدؓ نے جب یہ مشکل دیکھی تو فوراً اپنے بہادروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر مقام فرات بادقلی میں جا پہنچے۔ جہاں آزادیہ کا بیٹا اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ بہادرانِ اسلام ناگہاں اس کے سر پر جا پہنچے۔ اُسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو گھیر کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے نہایت پھرتی سے نہر کے منبع پر پہنچ کر پانی بند کر دیا۔ اور اُن کی کشتیاں پھر سے تیرنے لگیں اور وہ الحیرہ پہنچ گئے۔ جہاں انھوں نے شہر کے گرد اگرد محلات پر قبضہ کر لیا۔

گورنر شہر کی حفاظت باشندوں کے سپرد کر کے بھاگ گیا۔ مجاہدینِ اسلام نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لوگ بہت جلد محاصرے سے تنگ آ گئے۔ اور عیسائی راہبوں اور

پادریوں کے مشورہ سے صلح کے خواہاں ہوئے۔ انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور اپنے مذہب پر قائم رہے۔

الانبار حضرت خالدؓ نے حیرہ کو اپنا صدر مقام بنا کر وہاں ایک سال قیام کیا۔ آپؓ نے فتح کی خوشی میں نماز شکرانہ ادا فرمائی۔ اور اب مسلم کیمپ سے موذن کی آواز نہایت باقاعدگی سے دن میں پانچ بار سنائی دینے لگی اسی زمانہ میں جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی جمعیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے خالدؓ بن ولید کے پاس پہنچ گئے۔ اور حضرت خالدؓ فوج کو مرتب کر کے شہر انبار کی طرف بڑھے۔

عساکرِ اسلام کے مقدمۃ الجیش کے سردار اقرع بن حابس تھے۔ یہ ایسے بہادر اور چلبلی طبیعت کے شخص تھے کہ لڑائی کے بغیر انہیں چین نہیں آتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر دشمنوں سے لڑائی چھیڑ دی۔

یہ شہر انبار دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔ اصل میں یہ ایک بہت مضبوط قلعہ تھا جس کے چاروں طرف خندق تھی۔ ایرانی سپاہی فولادی زرہ بکتر پہنے قلعہ کی فصیلوں پر متعین تھے۔

دونوں طرف کی فوجیں مقابل ہوئیں اور لڑائی شروع ہو گئی۔ جناب اقرع نے ایک ہزار تیر اندازوں کو آگے بڑھایا اور حکم دیا کہ دشمنوں کی آنکھوں کا نشانہ باندھ کر ایک ساتھ تیر اندازی کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے کمانوں میں تیر چڑھا کر نشانے باندھ کر ایک ہزار تیر اس انداز سے پھینکے کہ کسی تیر نے بھی نشانہ خطا نہ کیا اور ایک چٹکی بجاتے میں دشمنوں کے سپاہیوں کی ایک ہزار آنکھیں چھد گئیں۔ اور ان میں کھلبلی مچ گئی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے ان کا نام "ذات العیون" یعنی آنکھوں والا دن رکھ دیا۔

ایرانیوں کے سردار شیرازدو جو نساباط کا حاکم و والی تھا۔ اس نے دم بھر میں اپنے ہمراہیوں کی ایک ہزار آنکھیں جو ضائع ہوتی دیکھیں تو فوراً لڑائی سے رک کر صلح کا پیغام

بیجا مگر اس کی پیش کردہ شرائط کو حضرت خالدؓ نے منظور نہیں کیا۔ اسی وجہ سے لڑائی پھر زور و شور سے شروع ہو گئی۔ ایرانیوں کو ان کے خندق محفوظ کیے ہوئے تھے۔ ان خندقوں کے باعث مسلمانوں کو ایرانیوں کے لشکر تک پہنچنا دشوار تھا۔ یہ دیکھ کر خالدؓ بن ولید نے اپنے تمام کمزور اور ناکارہ اونٹ ذبح کروا دیے اور ان کی لاشوں سے خندق کا ایک حصہ پاٹ کر پل سا بنا لیا اور اس پر سے ہو کر دشمن کی صفوں کی طرف بڑھے۔ ایرانیوں نے بڑھ کر سخت مزاحمت کی اور خندق کے کنارے پر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ قریب تھا کہ مسلمان دشمنوں کو پیچھے دھکیل کر ان میں گھس پڑیں۔ مگر شیرزادے نے پھر پیام صلح دیا۔ حضرت خالدؓ نے قبول کر لیا۔

اس صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دشمنوں کو بغیر کسی مال و اسباب کے ایسی جگہ، پہنچا یا جائے، جہاں سے وہ اپنی حدود میں جا سکیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہی کیا۔ شیرزاد کو معہ اس کی سپاہ کے سرحد عجم میں پہنچا دیا اور شہر انبار معہ تمام ساز و سامان کے صحابۂ رسالت مآبؐ کے قبضے میں آ گیا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے انبار کے گرد و پیش کے گاؤں پر بھی قبضہ کر لیا۔

عین التمر

اس کے بعد اسلام کے مایۂ ناز جرنیل حضرت خالدؓ نے زبرقان کو انبار کا حاکم مقرر کیا اور خود آگے بڑھ کر عین التمر کی طرف چلے یہ ایک خوبصورت شہر تھا۔ اس پر ایرانیوں کی حکومت تھی۔ جن کو بنی تغلب کی مدد حاصل تھی۔ بنی تغلب جھوٹی مدعیہ نبوت سجاح کے حامی تھے۔ اور یہاں بہرام چوبین کا بیٹا مہران تھا اور اس کے زیر علم ایک زبردست لشکر موجود تھا۔ اس کے ہمراہی نمر، تغلب اور ایاد عقہ بن عقہ غیر مسلم قبائل عرب میں سے تھے۔ عین التمر میں جب خالدؓ بن ولید کی آمد کی خبر پہنچی تو عقہ نے مہران سے مل کر کہا "عربوں سے لڑنا عرب ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ہمیں اور خالدؓ کو چھوڑ دیں۔ ہم آپس میں خود ہی نپٹ لیں گے۔ چنانچہ عقہ غیر مسلم عرب قبائل کے ہمراہ حضرت خالدؓ کے مقابلہ میں آ گیا۔ وہ ابھی لشکر کے سامنے گھوڑا دوڑا دوڑا کر صفیں ہی برابر کر رہا تھا۔ کہ خالدؓ

بجلی کی طرح ناگہاں اس کے سر پر جا پہنچے اور کمند میں پھانس کر اُسے لشکر سے گھسیٹ لائے۔ اس کا یہ انجام دیکھ کر اس کی فوج لڑے بغیر ہی میدان چھوڑ کر بھاگی۔ مسلمانوں نے ان کے بہت سے آدمی گرفتار کر لیے۔

جب ایرانی گورنر نے اپنے عربی ساتھیوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ شکست خوردہ عرب بھی قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے اور پھاٹک بند کر لیا۔ اور ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا۔

مگر بہادرانِ اسلام بھی ان کے تعاقب میں تھے۔ فوراً بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ کی تلقین کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اس مخالفت سے حضرت خالدؓ بے حد غضبناک ہوئے۔ آخر کار محصورین نے امان مانگی۔ اس پر جناب خالدؓ نے کہا "تمہارے لیے امان نہیں ہے"! وہ مجبوراً بغیر کسی شرط کے تمام غیر مسلم عرب قلعہ سے باہر نکل آئے اور ہتھیار پھینک کر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے باندھ لیا۔

اس کے بعد عقہ اور اس کے سپاہی قتل کر دیئے گئے۔ پھر قلعہ عین التمر پر حملہ ہوا اور اسے قبضہ میں لے لیا گیا۔

نزدیک ہی ایک گرجہ میں چالیس لڑکے مقیم تھے۔ انہوں نے گرجے کے دروازے بند کر لیے۔ وہ عیسائی طالب تھے۔ جو وہاں مذہبی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ حضرت خالدؓ نے نہ صرف ان کو امان دی۔ بلکہ ان سے بےحد شفقت سے پیش آئے۔

اس فتح کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ تعالیٰ اپنی فوج ظفر موج کو لے کر آگے بڑھنے کو ہی تھے۔ کہ اتنے میں ان کو عیاض بن غنم کی ایک چٹھی ملی جس میں انہوں نے شہر دومۃ الجندل سے لکھا تھا کہ میرے مقابل دشمنوں کی قوت بہت زیادہ ہے تو فوراً میری مدد کیجئے۔

یہ خط پڑھتے ہی حضرت خالدؓ بن ولید نے جناب قعقاع کو حیرہ میں اپنا قائمقام

بنایا اور اپنا خاص لشکر لیکر روانہ ہوئے۔

فتح دومۃ الجندل

جناب عیاض کے مقابلے میں اکثر سرکش و بے دین قبائل عرب تھے۔ جن میں زیادہ تر، بنی تیر، بنی کلب، بنی غسان، بنی تنوخ اور بنی ضجیم کے مختلف خاندانوں کے گروہ تھے۔ اس لیے عیاض بہت بُری طرح دشمن کے نرغے میں تھے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اکیدر بن ملک اور جودی بن ربیعہ میں یہاں پر اختلاف تھا۔ اکیدر کہتا تھا کہ لڑنا بے کار ہے صلح کر لینی چاہیئے۔ مگر جودی اور اکثر اہلِ شہر اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ ہم بے لڑے نہ رہیں گے۔ اکیدر نے یہ حال دیکھا تو ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر دومۃ الجندل سے نکل کر وہ کسی طرف جانا چاہتا تھا کہ بہادرانِ اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ چونکہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ اطاعت گزار رہا۔ اس لیے اس سرکشی کی سزا میں وہ قتل کر دیا گیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید بھی اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ شہر دومۃ الجندل کے باہر کی طرف بڑھے۔ ایک رُخ پر عیاض تھے اور سیف اللہؓ اُن کے بالمقابل دوسرے رُخ پر اُتر پڑے۔

جودی ایک لشکر کے ساتھ اِن کے مقابلہ کو نکلا اور اسی وقت اس کے دوسرے لشکر نے شہر سے نکل کر عیاض پر حملہ کر دیا۔ مگر دونوں جانب سے شہر والوں کو شکست ہوئی اور حضرت خالدؓ بن ولید کے بہادروں نے جودی کو گرفتار کر لیا۔ اس کی فوج کے سپاہی بھاگ کر قلعہ کے اندر گھسنے لگے تھے کہ اندر والوں نے مسلمانوں کے ڈر سے پھاٹک بند کر لیے۔ اتنے میں بہادرانِ اسلام نے پہنچ کر ان مغروروں کو رسیوں میں جکڑ لیا۔

اس کے بعد قلعے پر دھاوا بول کر فتح کر لیا گیا۔ قلعہ کے اندر جتنے لڑنے والے تھے قتل ہو گئے۔

اسی عرصہ میں جبکہ خالدؓ دومۃ الجندل میں تھے۔ اہلِ حیرہ کے عربوں نے اپنے سردار

عقہ کے قتل پر بہمن کو دار سلطنت فارس میں لکھا کہ مسلمانوں کو روکئے اور پوری قوت سے ان کا استیصال کیجیئے۔ اس تحریک کے مطابق وہاں سے دو سردار عجمی زرمہر اور روزبہ لشکر لے کر انبار کی طرف بڑھے اور حصید اور خنافس کے قبائل عرب کو لکھا کہ آپ لوگ بھی آکر ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اس کی خبر جناب قعقاعؓ بن عمرو کو بھی ہو گئی جو حیرہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے قائم مقام تھے۔ انہوں نے فوراً جناب عبد بن فدکی کو حصید کی طرف اور جناب عروہ بن جوربائی کو خنافس کی طرف روانہ کیا، تاکہ ان دونوں عرب گروہوں کو عجمی لشکر تک نہ پہنچنے دیں۔ چنانچہ وہ دونوں طرف سے راستے میں حائل ہو گئے۔ اتنے میں حضرت خالدؓ بن ولید بھی حیرہ میں پہنچ گئے۔ اگرچہ وہ دومتہ الجندل سے یہ ارادہ کر کے چلے تھے کہ اب دار السلطنت عجم مدائن پر فوج کشی کریں گے۔ مگر یہاں پہنچ کر یہ حالات سنے تو قعقاع کے مشورہ سے مدائن پر حملہ کرنے سے پہلے ہی مناسب سمجھا گیا کہ پہلے اس نئے لشکرِ عجم کو شکست دے دی جائے۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق قعقاع بن عمر اور ابو لیلیٰ جلد جلد کوچ کرتے ہوئے روزبہ اور زرمہر کی طرف چلے۔ ادھر حضرت خالدؓ کو اطلاع ملی کہ عقہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ہذیل بن عمران نے مقام مصیخ میں لشکر جمع کیا ہے۔ اور دوسری طرف ربیع بن بجیر نے مقامات ثنی و لشر میں فوجیں جمع کر لی ہیں۔ اور دونوں اس کوشش میں ہیں کہ زرمہر اور روزبہ کے لشکر سے جا ملیں۔
یہ حالات سن کر حضرت خالدؓ بن ولید بھی بہادرانِ اسلام کو لے کر فوراً بڑھے اور اور مقام التمر میں قعقاعؓ اور ابو لیلیٰ سے جا ملے۔ وہاں سے قعقاع کو تو حصید میں ابو لیلیٰ کو خنافس میں بھیج دیا۔

جنگِ حصید جناب قعقاع جب حصید میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں روزبہ اور زرمہر کا لشکر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے اور مقابلہ کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔ چنانچہ قعقاعؓ نے جاتے ہی حملہ کر دیا اور زبردست لڑائی چھڑ گئی۔ عجمیوں میں سے ایک

خلقت عظیم قتل ہوگئی۔ یہاں تک کہ جناب قعقاع نے شیرانہ حملہ کرکے زرمہر کو لقمۂ شمشیر بنادیا۔ ادھر عصمۃ بن عبداللہ نامی ایک نیک نفس اور پاک طینت بزرگ اور جان نثارِ اسلام نے روزبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس طرح ایرانیوں کو یہاں شکست ہوگئی۔ اور بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلے۔ بہت سوں کو مسلمانوں نے تعاقب کرکے قتل کردیا۔

بقیہ ایرانی فوج بھاگ کر خنافس پہنچی مگر وہاں ابھی دم لینے بھی نہ پائی تھی کہ ابولیلیٰ اس کے سر پر جا پہنچے اور وہاں حصید کی مصیبت اور تباہی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی تو یہ لوگ گھبرا کر اُلٹے پاؤں بھاگے۔ ان کے ساتھ فارسی سپہ سالار مہربوذان بھی بھاگا۔ اور اس نے مقام مضیح میں پہنچ کر ہذیل بن عمران کے پاس پناہ لی۔ جس نے غیر مسلم عرب لشکر جمع کرلیا تھا۔

حضرت خالد رضؓ بن ولید نے اہل حصید کی شکست، اہل خنافس کے بھاگنے اور مضیح میں پناہ لینے کا حال سنا تو نہایت رازداری سے قعقاعؓ، ابولیلیٰؓ، عبدؓ اور عروہؓ تمام سردارانِ جیوشِ اسلام کو خطوط روانہ کئے کہ ایک رات کو (جو انہوں نے مقرر کرلی تھی۔) سب کے سب بغیر کسی خبر کے مضیح میں پہنچ جائیں اور خود بھی اسی تاریخ کو اس مقام سے روانہ ہوکر مضیح کی طرف چلے۔

معرکۂ مضیح تمام سرداران اور خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنی اپنی افواج کے اسی مقررہ رات کو جب مضیح میں پہنچ گئے تو رات کے اندھیرے میں ہی چاروں طرف سے بیک وقت ہذیل کے لشکر پر تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے جا پڑے وہ لوگ غافل سو رہے تھے۔ آنکھ کھلی تو ہنگامۂ حشر برپا تھا۔ سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور بدحواسی میں بھاگے۔ مسلمانوں نے انہیں بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کردیا۔ ان لوگوں کا غالب گروہ قتل ہوگیا۔ فقط ہذیل کے گروہ کے چند نفوس بھاگ جانے میں کامیاب ہو ہوگئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ بھی معلوم تھا کہ ربیعہ بن بجیر کا پڑاؤ بلادِ ثنی و بشر میں ہے مقنیح کو فتح کرتے ہی حضرت خالدؓ کے مشورے سے قعقاع اور ابو لیلیٰ نے ایک رات ربیعہ پر حملہ کرنے کے لیئے مقرر کی اور خود حضرت خالدؓ بھی اس طرف چل پڑے اور رات ہی رات ثنی میں پہنچ کر تین اطراف سے ربیعہ کے لشکر پر جا پڑے۔

فتح ثنی و بشر

اور یک یک اُن پر تلواروں کی بجلیاں گرانے لگے۔ بدحواسی میں ان لوگوں سے کچھ نہ ہو سکا۔ سارا لشکر رات کے اندھیرے میں ہی کٹ گیا۔ جو کچھ سازوسامان شہر میں رہا۔ بہادرانِ اسلام نے حاصل کیا۔ جس کا پانچواں حصّہ حسبِ دستور مع اسیرانِ جنگ کے مدینہ منوّرہ میں روانہ کیا گیا۔

اس لڑائی کے اسیروں میں ربیع بن بجیر کی بیٹی صہبا تغلبیہ بھی تھیں جن کو حضرت علی المرتضیٰؓ نے خرید لیا اور وہ ان کی محبوبہ بیوی بن گئیں۔ جن کے بطن سے عمر بن علیؓ اور رقیہؓ بنت علیؓ پیدا ہوئیں۔ اور عمرؓ بن علیؓ پچاسی برس کے ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

اس فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بشر سے روانہ ہو کر رحناب میں پہنچے۔ یہاں عقہ کا بیٹا ہلال اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا اس نے بہادرانِ اسلام کی آمد کی خبر سنی تو اس کے ہمراہی اپنے سردار کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ہلال بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ رحناب میں بہادرانِ اسلام نے کسی حریف کو نہ پایا تو حضرت خالدؓ شہرِ فراض کی طرف روانہ ہوئے۔

معرکہ فراض

فراض میں رومیوں اور ایرانیوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلم عرب قبائل بھی جمع ہو گئے تھے ان سبھوں سے لشکروں کا بہت بڑا جماؤ ہو گیا۔ اور یہ لوگ اپنی جمعیت کے زعم میں بہادرانِ اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے خود ہی آگے بڑھے۔

حضرت خالدؓ بھی جلدی جلدی کوچ کرتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے پر پہنچ

گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں لڑائی شروع ہو گئی اور نہایت ہی خون ریز لڑائی ہونے لگی۔ بہادرانِ اسلام نے اپنی بہادری کے وہ جوہر دکھلائے کہ رومی تاب نہ لا سکے۔ اور شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ عجمیوں اور عربوں کے قدم بھی اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جانبازوں کو پکار کر کہہ دیا کہ جب تک میں حکم نہ دوں تلوار نہ روکی جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتولینِ دشمنانِ اسلام کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہو گئی۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد دس روز تک سیف اللہ حضرتِ خالدؓ بن ولید فراض میں مقیم رہے اس کے بعد اپنی فوج ظفر موج کو حیرہ کی طرف واپسی کا حکم دے دیا۔ یہ واقعہ ماہ ذی قعد ۱۲ھ کا ہے۔

شام پر یلغار حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آغاز ۱۳ھ میں شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا حکم دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو حمص پر، یزیدؓ بن ابی سفیان کو دمشق پر، شرجیلؓ کو اردن پر اور عمروؓ بن العاص کو فلسطین پر مامور کیا۔ فوجوں کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی۔

یہ عساکرِ اسلام جب عرب کی سرحد سے پار ہوئے تو قدم قدم پر رومیوں کے بڑے بڑے جتھے ملے، جو پہلے سے مقابلہ کے لیے تیار تھے۔ ان کے علاوہ قیصرِ روم نے تمام ملک سے فوجیں جمع کر کے علیحدہ علیحدہ افسروں کے مقابلے پر روانہ کیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر افسرانِ اسلام نے آپس میں فیصلہ کیا کہ تمام فوجیں یکجا کر لی جائیں اور حضرت ابوبکرؓ کو مزید کمک بھجوانے کے لیے خط روانہ کر دیا۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید جو عراق کی مہم پر مامور تھے عراق سے چل کر چھوٹی موٹی لڑائیاں لڑتے اور فتح حاصل کرتے دمشق پہنچے اور اسے صدر مقام قرار دے کر وہاں قیام کیا۔ قیصر نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑی فوج

روانہ کی جس نے اجنادین میں پہنچ کر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح، خود پیش قدمی کر کے اجنادین پر بڑھے اور دوسرے افسرانِ فوج اسلامیہ کو لکھ کر بھیجا کہ آکر مل جائیں۔ چنانچہ عمرو، شرجیلؓ، یزیدؓ، اور عمروؓ بن العاص وقت مقررہ پر اجنادین میں پہنچ گئے۔ خالدؓ نے بڑھ کر حملہ کیا اور بہت بڑے معرکے کے بعد فتح کامل ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۸، جمادی الاول ۱۳ھ ۶۳۴ء میں گزرا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر جناب خالدؓ بن ولید نے پھر دمشق کا رُخ کیا اور وہاں پہنچ کر ہر طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ (محاصرہ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں شروع ہوا لیکن فتح حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں حاصل ہوئی۔)

جنگِ دمشق

یہ دمشق شہر شام کا ایک بڑا صدر مقام تھا اور چونکہ قدیم زمانے سے اہل عرب بغرض تجارت یہاں آجایا کرتے تھے۔ اس کی عظمت کا شہرہ تمام عرب میں تھا۔ ان وجوہ سے خالدؓ بن ولید نے بڑے اہتمام سے محاصرہ کے انتظام کیے۔ شہرِ پناہ کے بڑے بڑے دروازوں پر ان افسروں کو مقرر کیا، جو شام کے صوبوں کی فتح پر مامور ہو کر آئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص بابِ توما پر، حضرت شرجیلؓ باب الفرادیس پر، حضرت ابو عبیدہ باب الجابیہ پر متعین ہوئے اور خود جناب خالدؓ نے پانچ ہزار فوج ساتھ لے کر باب الشرق کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔ محاصرہ کی سختی دیکھ کر عیسائی ہمت ہارے جاتے تھے۔ ان کے جاسوس مسلمانوں کی فوج میں آتے جاتے تھے اور دیکھتے تھے کہ تمام فوج میں جوش کا عالم تھا۔ ہر شخص پر ایک نشہ سا طاری تھا۔ ہر ہر فرد میں دلیری، ثابت قدمی، راستبازی، عزم اور استقلال پایا جاتا ہے۔ تاہم رومیوں کو یہ سہارا تھا کہ ہرقل سر پر موجود ہے اور حمص سے امدادی فوجیں چل چکی ہیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے ضرار بن آذر کو دو ہزار سوار دے کر لشکرِ اسلام کی حفاظت کے لیے ارد گرد گھومتے رہنے کا حکم دیا۔

اس پر ضرارؓ نے کہا یہ کام تو میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں تو دشمنوں سے جنگ کرنے کا شوق رکھتا ہوں۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید نے ضرار کو حکم دیا کہ تم بھی جہاں موقع پاؤ دشمنوں کو تہہِ تیغ کرو۔ اب لڑائی شروع تھی اور جاں نثارانِ اسلام نے چاروں طرف سے دشمنوں کو گھیر رکھا تھا۔ اہلِ دمشق مجبور ہو کر صلح کرنے کا مشورہ کرنے لگے۔ لیکن ان کا سردار توما نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔

آخر قلعہ بند اہلِ دمشق نے توما سے کہا کہ اس طرح ہم لوگ قلعہ بند ہو کر کب تک ان سے مقابلہ کریں گے۔ یا تو تم خود قلعہ سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کرو۔ یا بادشاہ کو لکھو کہ وہ ہماری امداد کے لیے کمک روانہ کرے۔ اس پر توما نے انہیں سمجھایا کہ مسلمان جب قلعہ پر حملہ کریں گے تو ہم قلعہ کے اوپر سے اُن پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر کے ان کو بھگاتے رہیں گے۔ جب تک ہماری کمک بھی آجائے گی تو پھر قلعہ سے نکل کر دشمن پر ایک زبردست حملہ کر کے ان کو شکست دے دیں گے۔

ایک دن تو اسی طرح گذر گیا مگر دوسرے روز بہادرانِ اسلام نے چاروں طرف قلعہ پر یورش کر دی۔ اور دشمنوں نے اپنی تجویز کے مطابق اُن پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔ اس بوچھاڑ میں شرجیلؓ بن حسنہ کے چند ہمراہی زخمی ہو گئے اور ابانؓ بن سعید نے جامِ شہادت پی لیا۔ ابانؓ بن سعید کی بیوی نے اپنے شوہر کی شہادت کا حال سنا تو وہ مسلح ہو کر شرجیل بن حسنہ کے ماتحت سواروں میں شامل ہو کر دشمنوں سے لڑنے لگیں۔ اتنے میں توما نے جو شرجیل بن حسنہ کے ساتھیوں کو زخمی ہو ہو کر گرتے دیکھا۔ تو وہ فوج لے کر دروازہ توما کی طرف قلعہ سے باہر نکل کر ان بہادرانِ اسلام پر حملہ آور ہوا۔ شرجیلؓ بن حسنہ نے توما کو میدان میں آتے دیکھ کر اپنے ہمراہیوں کو فوراً پیچھے ہٹ جانے کا

حکم دیا۔ اس حکمت عمل سے توما نے یہ سمجھا کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگنا چاہتے ہیں لیکن
جاں نثارانِ اسلام نے پیچھے ہٹ کر توما کے لشکر کو تلواروں پر دھر لیا۔ ابان بن سعید
کی بیوی بھی ذرا پیچھے کھڑی ہوئی دشمنوں پر ایسے تیر برسا رہی تھی کہ اس کا کوئی نشانہ
خطا نہ ہوتا تھا۔

توما نے جھلا کر شرجیل پر جو حملہ کیا تو دونوں سرداروں نے اپنی اپنی تلواریں سنبھال
لیں۔ اگرچہ توما تابڑ توڑ وار کر رہا تھا لیکن شرجیل بھی ہر ایک وار کو بڑی خوش اسلوبی
سے خالی دیتے تھے۔ اتنے میں ابان بن سعید کی بیوی نے اپنے تیر سے توما کی آنکھ چھید
کر رکھ دی وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور ساتھ ہی اپنے لشکر کو ساتھ لے کر قلعہ کی طرف بھاگا
مسلمانوں نے اس کا پیچھا کیا۔ مگر قلعہ والوں نے اوپر سے پتھروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس
کشمکش میں توما اپنے باقی ماندہ لشکر کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور اس طرح اہل
پھر قلعہ بند ہو گئے۔

کئی دن بعد دشمنانِ اسلام رات کے وقت قلعہ کے ہر ایک دروازہ سے الگ
الگ ایک ایک دستہ نکل کر شبخون مارنے کے لیے نکلے۔ لیکن بہادر خالدؓ بن ولید کب غافل
رہنے والے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی احتیاط کر رکھی تھی اور ہر ایک خیمہ میں پہرے دار
مقرر تھے۔ اس کے علاوہ ضرار بن آذر حفاظتِ لشکر پر خاص طور پر مامور تھے۔ دشمن
کے باہر نکلتے ہی بہادرانِ اسلام تیار ہو گئے اور ہر طرف سے مسلمان مجاہدوں نے
اہلِ دمشق کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا اور ہزاروں دشمنوں کو تہہ تیغ کر دیا۔ شرجیل بن
حسنہ کی بہادری قابلِ دید تھی۔

فتح دمشق

الغرض رات سے دن بھر کی لڑائی کے بعد دشمنانِ اسلام اپنے ہزاروں
مقتول میدانِ کارزار میں چھوڑ کر قلعہ میں پھر گھس گئے۔ ان کا سردار
توما سخت ہراساں ہو رہا تھا۔ اور اس کے ہمراہی کہہ رہے تھے کہ ہم پہلے ہی کہتے

سلمان کسی سے دبنے والے نہیں ہیں۔ اگر اب بھی تم صلح کا مشورہ نہیں دیتے تو ہم
د ہی اُن سے امان طلب کریں گے۔ یہ سن کر توما بھی مجبور ہو گیا۔ اور اس نے حضرت
عبیدہؓ کے پاس آکر صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی درخواست
ظور کر کے صلح کر لی۔ لیکن حضرت خالدؓ بن ولید کو صلح کی خبر نہ ہوئی۔ وہ قلعہ کا مشرقی
وازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے اور ہزاروں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔
مگر ابو عبیدہؓ نے یہ حال دیکھ کر حضرت خالدؓ بن ولید کو صلح ہونے سے مطلع
تو حضرت خالدؓ کو اس پر تعجب ہوا کہ صلح کیسی ہم نے تو بزورِ شمشیر اس قلعہ کو فتح
ہے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ توما اور اس کے سب ہمراہی قلعہ کو خالی کر کے چلے جائیں۔
نچہ بہادرانِ اسلام مظفر و منصور ہو کر اس قلعۂ دمشق پر قابض ہو گئے اور اس
نذارِ فتح کی اطلاع اور مال غنیمت دار الخلافۂ اسلام میں روانہ کر کے اسی جگہ آئندہ حکم
نتظار کرنے لگے۔

دار الخلافہ مدینہ شریف میں فتح کا پیغام لے کر قاصد پہنچا تو ان کے پہنچنے سے
یوم پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس جہان فانی سے رحلت فرما چکے تھے۔
اِن کی جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن تھے۔ خلیفۂ ثانی
جب فتحِ دمشق کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے۔

ادرئین :۔ اب ہم حضرت خالدؓ بن ولید کے بہادری کے کارنامے حضرت ابو
بن الجراح کے احوال میں بیان کر دیں گے۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت
کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کو امیر لشکر مقرر کر دیا تھا۔

ل شام

اسلام کے اس مجاہدِ اعظم اور عظیم جرنیل حضرت خالدؓ بن ولید رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری سے ۱۶ھ تک شام کا پورا ملک اسلامی
نت کا حصہ بن گیا تھا۔ اب اس بات کی ضرورت تھی کہ مفتوحہ علاقوں کا انتظام کیا

جائے۔ چنانچہ اس کام میں بھی حضرت خالدؓ بن ولید نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ دربارِ خلافتِ اسلامیہ کی طرف سے آپ کو شام کے اس حصّے کا عامل یعنی سب سے بڑا حاکم مقرر کر دیا گیا۔ جہاں روم کے بادشاہ ہرقل کی اصلی سلطنت کی حد شروع ہوتی تھی۔ اور آپؓ نے یہاں ایسا اچھا انتظام کیا۔ کہ کبھی کسی کو شرارت کرنے کی جرأت تک نہ ہوئی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سو پچیس (۱۲۵) کے قریب جنگوں میں حصّہ لیا۔ اور مقابلہ کیا۔ اور مقابلہ بھی آج کل کے جرنیلوں کی طرح نہیں کہ فوج لڑتی رہے اور وہ الگ تھلگ رہ کر صرف حکم چلاتے رہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زیادہ تر جنگیں ایسی ہیں، جن میں دشمن کے مقابلہ میں سب سے پہلے آپ ہی میدان میں نکلے۔ جنگِ موتہ کے حال میں آپ نے یہ بات پڑھ ہی لی ہو گی کہ حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے نو (۹) تلواریں ٹوٹیں۔

ایک روایت کے مطابق آپؓ کے جسم کا کوئی حصّہ ایسا نہ تھا جس پر زخموں کے نشان نہ ہوں۔ اور اس جوش و شوق سے جہاد کرنے کی اصل وجہ یہی تھی۔ کہ اشاعتِ اسلام میں ہی درجہ شہادت نصیب ہو جائے۔

وفات

دمِ آخریں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دوستوں کو اپنے جسم پر زخموں کے نشانات دکھاتے تھے اور کہتے تھے "میں اس طرح مر رہا ہوں۔ جیسے کوئی بزدل مرتا ہے۔ یا کوئی اونٹ اپنا آخری سانس لیتا ہے۔"

الغرض دنیائے اسلام کا یہ مجاہدِ اعظم اور عظیم جرنیل دل میں "تمنائے شہادت" لیے ۲۱ھ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

امیر المومنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہادر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا بے حد رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ "یہ نقصان تمام مسلمانوں کے لیے ناقابلِ برداشت

ہے اور اس خلا کو پورا کرنے والا کوئی بھی نہیں۔ وہ اسلام کے لیے ایک بہت بڑی نصرت اور دشمن کے لیے ایک دہشت تھے۔"

فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ کے جنازے پر گئے تو آپ کے آنسو تھمتے نہ تھے۔

فاتح شام

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

نام :- ابو عبیدہؓ خطاب :- امین الامت

پیدائش :- (مکہ) ہجرت سے چالیس سال قبل

وفات :- (موضع فحل) ۱۸ھ

عمر :- اٹھاون ۵۸ سال۔

شجرۂ نسب ابو عبیدہؓ بن عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن عتبہ بن حارث بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے والد ایمان نہیں لائے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیے آپ اپنے دادا جراح کی طرف منسوب ہوئے آپ فہر الو القریش کے بیٹے حارث کی اولاد ہونے کی وجہ سے قریشی ہیں آپ کی زوجہ بھی حارث ہی کی نسل سے تھیں۔ جب وہ ایمان لائیں، تو آپؓ نے ان سے نکاح کیا۔ اور آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابیؓ ہیں۔ آپ "سابقون الاولون" میں اور عشرۂ مبشرہؓ (دس قطعی جنتیوں میں سے ہیں۔ اور ہمیشہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ

اللہ علیہ وسلم نے اِن کی شان میں فرمایا کہ" ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اور میری امت کے امین ابو عبیدہؓ ہیں۔"

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب ہوا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تجویز پیش کی تھی کہ میں تمہارے (امت کے) لیے دو اصحاب کو پسند کرتا ہوں۔" ابو عبیدہؓ بن الجراح یا عمرؓ بن الخطاب کو کیونکہ اوّل الذکر امت کے امین ہیں۔ اور عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سُنا ہے کہ یا اللہ عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ یا ابو جہل کے ساتھ دینِ اسلام کی مدد فرما۔ (اللہ تعالیٰ نے عمرؓ بن الخطاب کو دینِ اسلام کی امداد کے لیے چن لیا ہے) مگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ گوارہ نہ کیا کہ جس قوم میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یارِ غار اور بعد از انبیاء افضل البشر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہوں۔ ان پر وہ (عمرؓ) خلافت میں سبقت کریں۔ لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے ان (ابو بکرؓ) کی بیعت کی۔ اور پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی۔

واقدی کا بیان ہے کہ آپؓ (ابو عبیدہ) پتلے دُبلے تھے۔ چہرے پر گوشت کم تھا۔ داڑھی بھی بھری ہوئی نہ تھی۔ آپؓ کے سامنے والے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ اس کی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُحد کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی سے تیر کا پھل اپنے دانتوں سے کھینچا تھا۔ اس میں آپؓ کے دو اگلے دانت ٹوٹ گئے تھے۔

جناب ابو عبیدہؓ بن الجراح کی اسی شان اور مرتبہ کے پیشِ نظر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے وقتِ رحلت فرمایا تھا کہ اگر ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ مقرر کر جاتا۔ کیونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

انہیں "امین الامت" فرمایا تھا۔ (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات ۱۸ھ میں ہو گئی تھی) ۸ھ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ سیف البحر میں تین سو مجاہدوں کا سردار بنا کر قریش مکہ کے خلاف مہم پر روانہ فرمایا تھا۔ غرض یہ تھی کہ دشمنوں کی توجہ منتشر ہو جائے۔ اور آپ رضؓ سمندر کے کنارے چند روز رہ کر واپس مدینہ آگئے۔ اور کسی کو مقابلہ کی جرأت تک نہ ہوئی۔

خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی رحلت کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام خلافت کے لیے تجویز فرمایا۔ اسی وصیت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خلیفہ دوم مقرر کیا گیا اور ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو عام مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ کے ہاتھ پر بیعت کی، جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان ذی النورین بھی شریک تھے۔

تیسرے روز نمازِ جمعہ کے بعد۔ بعد حمدِ خدا و صفتِ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسلمانوں کو اسلام پر کاربند رہنے اور اشاعت دین کی تلقین کی۔ اور دیگر ہدایات و نصائح کے بعد بطور مشورہ اس بات کا اظہار کیا کہ "میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکرِ اسلام کی امارت سے معزول کر کے ان کی جگہ ابو عبیدہؓ بن الجراح کو سپہ سالارِ عساکرِ اسلام مقرر کرتا ہوں۔

اس پر خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قوم بنی مخزوم میں ایک نوجوان شخص نے کہا، "کیا آپ ایک ایسے شخص کو امارت سے معزول کرتے ہیں، جس نے ملک شام میں اپنی قوتِ بازو سے دشمنانِ اسلام کو پامال کر کے اسلام کا نام روشن کر دیا ہے۔ انہوں نے بے شمار شہر فتح کر کے سلطنتِ عرب کو وسیع کیا۔ رومیوں کے بے شمار

لشکروں کو اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ ہر موقع پر شکست دی۔ اور حضور پُر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطاب سیف اللہ کو حقیقی معنوں میں ظاہر کیا۔ اگرچہ خلیفۂ اوّل کے عہد میں بھی بعض اصحاب نے خالدؓ بن ولید کو امارت سے معزول کرنا چاہا تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ میں تیغ اللہ " (اللہ کی تلوار) کو نیام میں رکھنا نہیں چاہتا۔ لہذا آپ بھی اپنے فیصلہ پر غور فرمائیں۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔

" مجھ پر اگر آپ لوگوں نے خلافت کی امارت کا بوجھ ڈالا ہے۔ لیکن میں اپنے آپ کو ایک چرواہے کی مانند سمجھتا ہوں۔ چرواہا اگر غفلت کرتا ہے تو فقط اس کو نقصان ہی نہیں پہنچتا ہے۔ بلکہ اس کی باز پرس بھی ہوتی ہے۔ لہذا میں جانتا ہوں کہ اس امارت میں مجھے اپنے فرائض سے اگر کوئی قصور ہو جائے تو مجھے درگاہِ ایزدی میں اس کا جواب دینا پڑیگا۔ ہر شخص کو اپنے فرائض کا احساس ہونا چاہیئے۔ مذہبی طریق عمل کے علاوہ دنیاوی طرز تمدن اور طریقۂ انتظام منتظم کی طبیعت پر منحصر ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کی طبیعت فطرتاً مختلف ہے۔"

امورِ مملکت نیک نیتی اور بہ پابندی مذہب اسلام سر انجام ہونے چاہئیں۔ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو طبعاً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر کلی اعتماد تھا۔ اس لیے آپؓ نے ان کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا۔ لیکن میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت ابو عبیدہؓ بن الجراح پر زیادہ مطمئن ہوں۔ اس لیے میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جگہ پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو امیر مقرر کرتا ہوں۔"

اس جواب پر وہ مخزومی نوجوان خاموش ہو گیا۔ دیگر اصحاب نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس خیال سے اختلاف نہیں کیا۔ اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرتِ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام اس مضمون

کا مراسلہ لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

یہ خط عبداللہ عمرؓ امیر المومنین کی طرف سے ابو عبیدہ بن الجراح
کے نام۔ "سلامتی ہو تم پر۔"

بعد حمدِ خدا اور درودِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تمہارے سپرد میں نے مسلمانوں کا جو کام کیا ہے اس کام کے متعلق تم کو شرم نہیں آنی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی امرِ حق سے نہیں شرماتا۔ مَیں تمہیں پرہیزگار رہنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ خدا سے ڈرتے رہنا۔ اس خدائے واحد سے جس کے سوائے سب ہست و نیست ہونے والا ہے وہ ایسا خدا ہے جس نے تمہیں کفر و ضلالت سے نکال کر اسلام کی راہ دکھا کر تم کو نجات دی اور بہادرانِ اسلام کے سردار بننے کی عزت بخشی اسی خدا کی مہربانی سے تم خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ مامور کیے جاتے ہو۔ لہٰذا اس سے خالد بن ولید کو مطلع کر کے امارت سے علیحدہ کر دو۔ اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت ملنے کی خوشی میں ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش نہ کرو اور نہ دشمنوں کی کثیر جمعیت کے مقابل بہت کم تعداد بھیجو۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ تم اپنی خوش تدبیری اور معاملہ فہمی سے خدا پر بھروسہ کر کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر دگے۔ اس بات کا خیال رکھو کہ مسلمان مصائب و آلام میں مبتلا نہ ہوں، طمعِ دنیا سے آنکھیں بند اور دل کو پاک رکھو اور ان لوگوں سے سبق حاصل کرو کہ جو لوگ تم سے پہلے مرضِ ہلاکت میں پڑے۔ بس تم اپنے ماتحت مسلمانوں کو بھی آخرت کے دن سے خبردار کر کے سیدھے اور صاف راستہ پر چلاؤ تاکہ آخرت میں نیکوکاری کے ثواب کا زادِ راہ لے کر جائیں۔

خلیفۂ ثانی عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروقؓ کا پہلا قاصد حکم نامہ لے کر پہنچا جس سے تمام جان نثارانِ اسلام کو خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا حال سن کر افسوس ہوا۔ اس کے بعد قاصد نے خلیفۂ ثانی حضرت فاروق اعظمؓ کا نامہ لشکر اسلام میں پڑھ کر سنایا۔

اس حکم کے تحت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الجراح لشکرِ اسلام کے امیر مقرر ہوئے اور حضرت خالدؓ بن ولید نے خلیفہ ثانی کے حکم پر نہایت خوشی سے اپنا سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔

"میں محض اسلام کا ایک سپاہی ہوں۔ اور میں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں قید کیا ہوا ہے۔ مجھے امارت یا سرداری کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں اشاعت اسلام اور دین حق کے لیے ایک سپاہی کی حیثیت سے دشمنوں سے لڑوں گا۔ اور جس سردار کی ماتحتی میں رہوں گا۔ اس کی اطاعت مجھ پر فرض ہو گی۔"

غرضیکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیرِ لشکر ہوتے ہی کبھی بیت المقدس کو فتح کرنے اور کبھی انطاکیہ پر حملہ کرنے کا خیال کیا۔ ابھی آپؓ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یہاں سے قریب ہی ایک قلعہ حصن ابی المقدس ہے۔ وہاں دشمنوں کی تعداد بھی کم ہے۔ پہلے آپ اُسے فتح کریں۔ اس مشورہ کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے بہادروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس قلعہ کو سر کرنے کے لیے کون سردار جانا چاہتا ہے۔ اس پر حضرت جعفر طیارؓ شہید کے بیٹے حضرت عبداللہؓ اس سعادت کے لیے جھٹ آگے بڑھے۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ اس نوجوان کا حوصلہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ کی ماتحتی میں پانچ سو سوار دے دیئے گئے۔ جن میں آزمودہ کار اور قابل عزت اصحابی حضرت ابوذرؓ، عامر بن ربیعہؓ، عتبہؓ بن عبدؓ السلمی، سہیل بن سعیدؓ، سعدؓ بن مالک انسؓ بن صعصعہ، عمر بن سفیانؓ وغیرہ شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ جب قلعہ

حصن ابی المقدس کے پاس پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک میلہ کے باعث دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بہادرانِ اسلام نے مشورہ دیا کہ ہمیں اس وقت جنگ کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔ اس پر عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا، یہ رائے تو ٹھیک ہے۔ لیکن جب کہ ہم لوگ جنگ کی نیت سے آ گئے ہیں تو ویسے ہی یہاں سے لوٹ جانا بہادرانِ اسلام کی توہین ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ ہم امیرِ لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس اپنا قاصد بھیج کر کمک طلب کر لیں۔

قاصد پہنچا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ متفکر ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلا کر کہا۔ کہ میں پہلے ہی آپ کو اس مہم پر روانہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن محض اس لیے اس خیال میں آپ پر ظاہر نہ کر سکا کہ شاید آپ اس خدمت کو قبول نہ کریں۔ کیونکہ ابھی چند روز پہلے آپ ہی امیرِ لشکر تھے۔

اس پر خالد بن ولیدؓ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے خلیفۃؓ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کسی قسم کا رنج نہیں ہے۔ میں خود کو اسلام کا ایک ادنیٰ خادم سمجھتا ہوں اور اشاعتِ اسلام کے لیے اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کا تہیّہ کر چکا ہوں۔ آپ مجھے جس کام پر مامور کریں گے۔ اس میں کبھی سرتابی نہ کروں گا۔ بلکہ اپنے طرزِ عمل سے خلیفۂ ثانی پر یہ ظاہر کر دوں گا، کہ میں امارت میں اسلام کا جیسا جاں نثار تھا۔ ویسا ہی ایک سپاہی کی حیثیت میں وفادار ہوں۔

الغرض حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم سے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور خود بھی زرہ پہن کر علم رایت العقاب لے کر لشکر زحف کے ساتھ قلعہ حصن ابی المقدس کی طرف چل دیئے۔

جنگ ابی المقدس

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بھی بڑے شجاع نوجوان تھے۔ اس تھوڑے لشکر کے ساتھ ہزارہا دشمنوں کے مقابل بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ سارے بہادر دن بھر لڑتے لڑتے چور ہو گئے تھے۔ لیکن کسی نے ہمت نہ ہاری۔ اگرچہ اس وقت دن ڈھل چکا تھا۔ لیکن لڑائی جاری تھی۔

بہادرانِ اسلام متفرق اطراف میں لڑ رہے تھے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ ہر ایک شخص صرف اتنا دیکھ لیتا تھا کہ علمِ اسلام لہرا رہا ہے۔ اتنے میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ضرار ازور اپنے اپنے لشکر لیے میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔ اور آتے ہی نعرۂ تکبیر بلند آواز کر کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

عبداللہ بن جعفرؓ اور دیگر بہادرانِ اسلام کو اس تائیدِ ایزدی سے نہایت خوشی ہوئی اور سب نے جوش میں آکر دشمنوں پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔

اِدھر طرابلس کے حاکمِ اعلیٰ بطریق نے مسلمانوں کا یہ ولولہ دیکھا تو وہ غضبناک ہو کر میدان میں خود بھی کود پڑا۔ اور آتے ہی اس نے ضرار پر وار کیا۔ لیکن حضرت ضرارؓ نے لپک کر اپنے خنجر سے بطریق کا کام تمام کر دیا۔

بطریق کے قتل کے بعد دشمن سٹپٹائے اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان پر حملہ کیا۔ تو دشمنانِ اسلام بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ بہت سے دشمن قید ہوئے اور کافی مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے مژدۂ خوشی کے ساتھ مالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ دربارِ خلافت میں بھیج کر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بھی لکھ بھیجا کہ یہ فتح بھی خالد بن ولیدؓ کے باعث ہوئی ہے۔

اس فتح کے بعد امیرِ عساکرِ اسلام حضرت ابو عبیدہؓ نے یزید بن ابی سفیان کو دمشق اور اس کے گرد و نواح کا منتظم مقرر کر کے ان کے ماتحت پانچ سو جاں نثارانِ اسلام کا دستہ دے کر اپنے تمام لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ لیکن خالد بن ولید کو لشکرِ زحف اور علمِ رایت العقاب دے کر اسلامی لشکر کے آگے روانہ کر دیا۔ مقام بقاع پر پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے خالد بن ولیدؓ کو اپنے لشکر کے ساتھ حمص کی طرف بھیج دیا اور خود بعلبک کی طرف روانہ ہونے کو ہی تھے کہ اتنے میں مقام جوسیہ کے سردار نے حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی درخواست پیش کی۔ آپ نے اس سے ایک سال کے لیے صلح کر لی۔ اس کے

بعد اہلِ حمص، عواصم، معرہ، سمعان، دستن، حمہ، شیزر، سرمج، اور قرقینا وغیرہ کے ساکنان نے بھی میعادی صلح کی درخواستیں کیں۔ جن کو حضرت ابو عبیدہؓ نے منظور کر لیا۔

جب ان میعادی مصالحات کی خبر دربارِ خلافت میں پہنچی تو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی نے امیر عساکرِ اسلام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "ان میعادی صلحوں میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے بھر رومیوں کو قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں۔ جبکہ ان کو اپنے بادشاہ ہرقل کی طرف سے کمک پہنچ جائے گی، تو یہ لوگ ان میعادی مصالحت کی پرواہ نہ کر کے تم سے لڑائی چھیڑ دیں گے اور اس عرصہ میں وہ زیادہ عرصہ تک جاری رکھنے کے لیے خاطر خواہ سامان رسد وغیرہ جمع کر لیں گے"۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ نامۂ مبارک تمام سردارانِ لشکر کو جمع کر کے سنایا اور بطورِ مشورہ دریافت کیا کہ یہاں سے اب حلب پر چڑھائی کی جائے۔ یا سیدھے انطاکیہ پر حملہ کر دیں۔

ابھی یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ کسی نے آکر یہ اطلاع دی کہ "شاہِ ہرقل کی روانہ کردہ کمک قنسرین کو جا رہی ہے" اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا۔

مجھے پہلے ہی خیال تھا کہ قنسرین والے وقت کو ٹال رہے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس دغاباز گورنر قنسرین کو فریب کاری کی پوری سزا دی جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ "میں دس جانباز سوار ہمراہ لے کر گورنر قنسرین کے پاس جاؤں اس کو ہم گھیر کر قتل کر دیں گے آپ اپنی فوج کے ساتھ تیار رہیں۔ اور ہمارے پیچھے جلد ہی پہنچ جائیں۔ تاکہ اگر ہم دشمنوں میں گھر جائیں تو آپ ہماری مدد کر سکیں۔ اس تجویز سے ایک تو قنسرین کی اندرونی فوج میں بھگدڑ مچ جائے گی۔ اور دوسری طرف آپ شاہِ ہرقل کی کمک کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیں۔ تاکہ کھلے میدان میں ان کو شکست دے کر قنسرین پر قبضہ کر لیا جائے"۔

جنگِ قنسرین حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس

تجویز کو پسند کیا تو خالد رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم رض، عمرو بن سعید رض، سہیل بن عامر، رافع رض بن عمیرہ، سعید بن عامر الفاری، عمرو بن معدی کرب، عبدالرحمان بن ابی بکر رض، ضرار بن ازور، قیس بن ہبیرہ رض، اور ربیع بن عامر رض۔ ان دس جانباز اصحاب کے علاوہ اپنے غلام ہمام کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور یہ بارہ بہادران اسلام اس خطرناک مہم پر لشکر اسلام سے پہلے قنسرین کی طرف چل نکلے۔ راستے میں خالد بن ولید رض نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ راہ میں جس وقت جبلہ کا لشکر ہمارے پاس سے گزرے تو اس وقت چپ چاپ ہم سب اس لشکر میں مل جائیں گے۔ جب حاکم قنسرین جبلہ کے استقبال کے لیے آگے بڑھے گا تو ہم گھوڑے دوڑا کر جبلہ کے لشکر سے نکل جائیں گے اور حاکم قنسرین کو پکڑ لیں گے۔ اس طرح ہم پر کوئی شک نہ کرے گا۔ حاکم قنسرین بھی یہی سمجھے گا کہ جبلہ نے اس کی تعظیم کے لیے ہم لوگوں کو روانہ کیا ہے۔ لیکن اس بات میں ہر ایک شخص کو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نہایت احتیاط رکھنی چاہیے۔ کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔"

اس کے بعد یہ بارہ بہادران اسلام جبلہ کے لشکر میں چپ چاپ جا ملے۔ جب قنسرین سے تھوڑے فاصلے پر جبلہ کا لشکر پہنچا اور حاکم قنسرین مع ہمراہیوں کے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اسی وقت خالد بن ولید رض اور ان کے گیارہ جانثار اپنے اپنے گھوڑے کو ایڑھی لگا کر جبلہ کے لشکر سے نکل کر ہوا ہو گئے۔ حاکم قنسرین نے جوان کو آتے دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ جبلہ کے ماتحت سردار اس کے استقبال کو آ رہے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی اپنے ہمراہیوں سے نکل کر آگے بڑھا۔ خالد بن ولید رض سب سے آگے تھے۔ حاکم قنسرین کو دیکھتے ہی انھوں نے کہا کہ میں خالد بن ولید ہوں اور تمہیں تمہارے فریب کی سزا دینے آیا ہوں۔ ساتھ ہی خالد رضی اللہ عنہ کے جانبازوں نے نعرۂ تکبیر "اللہ اکبر" بلند کر کے حملہ کر دیا۔ حاکم قنسرین نے اس بلائے ناگہانی کو دیکھ کر التجا کی کہ مجھے زندہ گرفتار کر لیا جائے۔ اس کے بعد اسے گرفتار کر لیا گیا تو اتنے میں جبلہ اپنے لشکر کے ساتھ اس موقع پر پہنچ گیا اور ان لوگوں نے خالد بن ولید اور ان کے گ...

جانثارانِ اسلام کو گھیر لیا۔ اور جبلہ نے خالدؓ بن ولید کو مخاطب کر کے پوچھا تم کون ہو۔؟ انہوں نے کہا میں خالدؓ بن ولید ہوں۔ ہم سب ہادیٔ اسلام حضور پُر نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جانثار صحابہ ہیں۔ اور ہمارے مسلمان بھائی خدا کی وحدانیت اور اشاعت اسلام کے لیے ہر وقت سربکف ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟ جبلہ نے جواب دیا کہ میں شاہِ غسان ہوں میرے ایک اشارے پر تم سب قتل ہو سکتے ہو۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے فرمایا کہ تم وہی ہو جو اسلام لا کر مرتد ہو گئے اور ایسے بلند مرتبہ پر پہنچ کر تمہارے نفس نے تمہیں چاہِ ضلالت میں گرا دیا ہے۔ بے شک اس وقت تمہارے ہزارہا لشکر میں ہم صرف بارہ آدمی گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک موت سے خائف نہیں ہے۔ اگر ہم لوگوں کو شہید کرنے کا ارادہ کرو گے تم ہم بھی حاکمِ قنسرین کو جو اس وقت ہماری حراست میں ہے قتل کر کے اس کی دغابازی کی سزا دے کر شہید ہو جائیں گے۔ لیکن اگر تم حاکم قنسرین کی جان بچانا چاہتے ہو تو ہم سے ایک ایک کر کے مردانہ وار مقابلہ کرو۔ اگر تم نے اس طرح لڑ کر ایک ایک کو شہید کر دیا تو حاکم قنسرین آزاد ہو جائے گا۔ اگر تم ہمارے ہاتھ سے قتل ہو گئے تو پھر تم کو حاکم قنسرین سے سروکار نہ رہے گا۔ پس اگر تم لوگ اتنے ہی بہادر ہو تو اس تجویز کے مطابق ہم سے مقابلہ کرو۔

جبلہ نے اپنے سرداروں سے مشورہ کر کے اس تجویز کو پسند کیا۔ تو خالدؓ بن ولید سب سے پہلے خود مقابلہ کے لیے نکلنے لگے تو عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے انہیں روک کر کہا۔ پہلے میں جاؤں گا۔ خالدؓ بن ولید نے دعا دے کر اجازت دی تو دشمنوں میں سے ایک دلیر جنگجو شخص کے مقابل ہوا لیکن بہادر عبدالرحمان نے اُسے نیزے کے پہلے ہی وار میں ٹھنڈا کر دیا پھر دوسرا مقابل ہوا تو ابن بہادرِ اسلام نے اسے بھی گھائل کر دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے جب عبدالرحمٰنؓ نے پانچ رومیوں کو جہنم رسید کر دیا تو جبلہ نے غضبناک ہو کر مقابل ہوتے ہوئے عبدالرحمٰنؓ سے کہا تم واقعی بہادر نوجوان ہو۔ میں تمہارے ساتھ لڑنے نہیں آیا کیونکہ

تم میرے رتبے کے برابر نہیں ہو۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ اگر تم اسلام کو چھوڑ کر ہماری طرف آجاؤ تو میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دوں گا۔ اور ہرقل سے کہہ کر تمہیں کسی زرخیز علاقہ کا بادشاہ بنا دوں گا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے اس کے جواب میں جبلہ سے کہا۔ میں اسلام جیسی نعمتِ الٰہی کے مقابلے میں اس دنیاوی دولت اور وجاہت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اے جبلہ! تیری اس طمع دلانے والی باتوں میں ایک سچا دیندار اور مسلمان نہیں آسکتا۔ اگر مقابلہ کرنا ہے تو مردوں کی طرح میرا مقابلہ کر۔ اگر ہمت نہیں ہے تو کسی اور اپنے دلیر سپاہی کو بھیج دے۔

جبلہ یہ سن کر سخت برہم ہوا اور نیزہ تان کر عبدالرحمنؓ پر حملہ کیا۔ جسے بہادر عبدالرحمنؓ نے خالی دیکھ کر اپنا نیزہ جبلہ کی طرف بڑھایا۔ مگر جبلہ نے اسے اپنی ڈھال پر روکا تو عبدالرحمنؓ کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ یہ دیکھ کر اس بہادرِ اسلام نے اپنی تلوار کھینچ لی اور جبلہ نے بھی تلوار کو سنبھالا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کیے۔ عبدالرحمنؓ کی تلوار نے جبلہ کی ڈھال کو کاٹ کر اس کا زخمی کر دیا۔ اور جبلہ کی تلوار عبدالرحمنؓ کے شانے پر پڑی۔

حضرتِ خالدؓ بن ولید نے جب عبدالرحمنؓ کو زخمی دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس جوش میں اسی وقت خالدؓ بن ولید نے حاکم قنسرین کو قتل کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر رومی لشکر کے ہزاروں افراد بدحواس ہو کر ان چند بہادرانِ اسلام پر ٹوٹ پڑے۔

یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ "حلقہ باندھ کر عبدالرحمنؓ کو درمیان میں رکھ کر دشمنوں کی طرف منہ کر کے خوب مقابلہ کرو اور جو سامنے آئے اسے موت کی نیند سلا دو۔ لیکن اپنا حلقہ ٹوٹنے نہ پائے"

اسی تجویز کے تحت بہادرانِ اسلام نے سینکڑوں رومیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ رومیوں نے ہر چند زور و شور سے حملے کیے۔ لیکن بہادروں نے ہر دفعہ اُن کو پسپا کیا۔ یہاں تک کہ صبح سے عصر تک کا وقت ہو گیا اور یہ جانثارانِ اسلام رومیوں کو قتل کرتے کرتے تھک گئے۔ تائیدِ ایزدی بھی ان کے شاملِ حال تھی۔ عین اسی وقت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح بھی لشکر

شن لشکرِ اسلام لے کر آپہنچے۔ انہوں نے آتے ہی رومی لشکر کو آگے رکھ لیا۔ خالدؓ بن ولید اور ان کے جان نثار ساتھی یہ دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور اسی خوشی میں انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے ایک زبردست حملہ کیا۔

اب رومیوں کو دونوں طرف کا رُخ کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے رومیوں کی بدحواسی دیکھ کر دائیں بائیں تلواریں چلانا شروع کر دیں۔ جو بھی سامنے پڑا اسے ایک ہی وار میں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں نے ہزاروں رومی قتل کر ڈالے تو دشمن میدان سے بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور ہزاروں دشمنوں کو قید کر لیا اور بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

میدانِ جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید کی رائے سے شہر قنسرین پر قبضہ کرنے کے لیے لشکرِ اسلام آگے بڑھا۔ تو اہلِ قنسرین ننگے سر "امان امان" پکارتے شہر سے نکل آئے۔

بہادر، رحمدل اور انصاف پرور مسلمانوں نے باوجود اس کے کہ اہلِ قنسرین نے بدعہدی کی تھی۔ اہلِ شہر کو فراخدلی سے امان دے کر اس شہر کو اپنی حفاظت میں لے کر قلعہ قنسرین پر علم اسلام نصب کر دیا۔

جنگ بعلبک

فتح قنسرین کے بعد امیر لشکرِ اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے بعلبک پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ بہادرانِ اسلام کا لشکر چند دنوں کی مسافت طے کر کے بعلبک کی سرحد میں پہنچ گیا۔ کچھ روز میدانِ جنگ پر غور کرنے کے بعد شہر بعلبک کے باہر جانثارانِ اسلام نے پڑاؤ ڈالا۔ اور حاکم بعلبک کو مطلع کیا کہ اگر تم لوگ ہماری حفاظت میں آنا چاہتے ہو تو صلح کے لیے آمادہ ہو۔ ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

حاکم بعلبک ہربیس نامی ایک بہادر سردار تھا۔ اگرچہ اُسے اُس کے مشیروں نے

شجاعانِ اسلام کے ساتھ صلح کرنے کی رائے دی۔ لیکن اس نے مقابلہ کیے بغیر اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اپنے ساتھ پانچ ہزار جنگجو مسلح سوار لے کر مسلمانوں کو روکنے کے لیے شہر سے باہر نکلا ہی تھا کہ بہادرانِ اسلام نے اس کی فوج کو نیزوں پر رکھ لیا۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کو گھیر کر تہ تیغ کر ڈالا۔ ہربیس بھی اس معرکہ میں زخمی ہو گیا۔ اور اس کا باقی ماندہ لشکر تتر بتر ہو کر الٹے پاؤں میدانِ جنگ سے بھاگا۔ اور قلعہ بعلبک میں گھس کر سب نے دم لیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ دشمنوں کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ قلعہ بند ہو چکے تھے۔ جان نثارانِ اسلام نے چاروں طرف سے قلعہ کو محصور کر لیا۔

دوسرے روز مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کیا۔ لیکن دشمنوں نے قلعہ پر سے تیر اور پتھر برسا کر مسلمانوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ بلکہ کئی ایک جان باز مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کر لیا۔ اور اسی طرح تین دن تک مسلمان قلعہ والوں سے پسپا ہوتے رہے آخر حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ تو یہ رائے قرار پائی کہ کل کے روز بہادرانِ اسلام قلعہ پر دھاوا نہ بولیں۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے پڑاؤ میں پڑے رہیں لیکن کچھ فوج دائیں بائیں ذرا فاصلے پر بھیج دی جائے۔ جب دشمن یہ جانیں گے کہ ہم ہمت ہار کر واپس ہونا چاہتے ہیں اور ہماری اس بے دلی سے دشمن قلعہ سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے تو اس وقت ہم بھی دشمنوں سے مقابلہ کریں گے۔ اسی اثنا میں ہماری دائیں بائیں والی فوجیں لڑائی کا حال دیکھ کر دشمنوں کو گھیر لیں گی اور ہم قلعہ پر قابض ہو جائیں گے۔

اس رائے کے مطابق امیرِ لشکرِ اسلام حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک ہزار سواروں کا دستہ منتخب کر کے اس کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ پر تو جناب ضرارؓ بن ازور کو اور دوسرے پر حضرت سعیدؓ بن زید کو افسر مقرر کر کے انہیں تاکید فرما دی۔ کہ تم دائیں بائیں

طرف ذرا دور فاصلے پر دشمنوں سے اوجھل رہتا۔ جب ہمارے خیمے سے دھواں اٹھتا دیکھو تو اس وقت فوراً یہاں پہنچ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔

دوسرے دن اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ پر اس روز دھاوا نہیں کیا تو ہربیس نے کچھ عرصہ انتظار کیا اور سمجھا کہ مسلمان ناکام ہو کر دل چھوڑ چکے ہیں۔ اسی خیال سے اس نے تمام سپاہیوں کو قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور کئی ہزار دشمنانِ اسلام اپنے حاکم ہربیس کے ہمراہ قلعہ سے نکلے۔ مگر مسلمانوں نے پھر بھی ان کی طرف رُخ نہ کیا۔ تو ہربیس اور بھی جرات کر کے اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب یہ رومی لشکر اسلامی پڑاؤ کے قریب پہنچا تو شجاعانِ اسلام مقابلہ کرنے کو میدان میں آگئے اور چند مسلمانوں نے الاؤ میں آگ دھکا دی۔ جس کا دھواں نمودار ہوتے ہی ضرار رضؓ ازور اور سعید رضؓ بن زید نے دائیں بائیں اطراف سے سواروں کو لے کر دشمنوں کو نرغہ میں لے لیا

ہربیس نے اپنے لشکر کو جو نرغہ میں دیکھا تو بہت ہراساں ہوا اور اپنے باقی ماندہ سپاہیوں کو لیکر بائیں طرف جان بچا کر بھاگا۔ لیکن جناب سعید رضؓ بن زید نے اپنے دستے کے سپاہیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا اور انہیں قلعہ کی طرف جانے نہ دیا۔ ہربیس نے جب قلعہ کا راستہ رکا ہوا دیکھا تو گھبرا کر ایک غیر آباد پہاڑ پر چڑھ گیا اور سعید بن زید رضؓ نے اس پہاڑی کا محاصرہ کر لیا۔

ہربیس اور اس کے ہزارہا ساتھیوں نے جب دیکھا کہ اب ہم کسی طرف سے قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہاں پڑے پڑے بھوکے مر جائیں گے تو مجبور ہو کر اُس نے جناب سعید رضؓ بن زید کو کہلا بھیجا کہ ہم امان چاہتے ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضؓ نے امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضؓ بن الجراح کو ہربیس کی اس التجا سے مطلع کیا۔ آپ رضؓ نے ازراہ رحمدلی جب ہربیس کی درخواست منظور کر لی تو ہربیس نے

خود حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، ہمارے جان و مال اگر بالکل محفوظ رکھے جائیں اور اہل عرب میں سے کوئی شخص ہمارے شہر میں داخل نہ ہو تو پھر جس شخص کی ماتحتی میں آپ ہم لوگوں کو دیں گے، ہم ہر طرح سے اس کی اطاعت کریں گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے ہربیس کی یہ درخواست منظور کر کے رافع بن عبداللہ کو بعلبک کا منتظم مقرر کر کے بعلبک والوں پر سالانہ خراج مقرر کر کے انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور خلیفۃ المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچواں حصہ مال غنیمت اور رقم سالانہ خراج کے ساتھ فتح بعلبک کی خوشخبری تحریر کر کے ایک قاصد کو روانہ کیا۔

فحل دمشق کی شکست نے رومیوں کو سخت برہم کر دیا تھا اور وہ ہر طرف سے جمع ہو کر بڑے زور اور قوت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہوئے اور بیسان میں فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ شہنشاہ ہرقل نے دمشق کی امداد کے لیے جو فوجیں روانہ کیں تھیں۔ وہ بھی آ کر شامل ہو گئیں۔ اس طرح تیس چالیس ہزار کا مجمع ہو گیا۔ جس کا سپہ سالار سکلار نامی ایک رومی افسر تھا۔ غرض رومی فوجیں بیسان میں جمع ہو گئیں۔ اور مسلمانوں نے ان کے سامنے فحل میں پڑاؤ ڈالا۔ رومیوں نے اس ڈر سے کہ مسلمان آنہ پڑیں۔ آس پاس جس قدر نہریں تھیں۔ سب کے بند توڑ دیئے اور فحل سے بیسان تک تمام علاقہ زیرِ آب ہو گیا۔ کیچڑ اور پانی کی وجہ سے تمام راستے رک گئے۔ لیکن اسلام کا سیلاب کب رک سکتا تھا۔ مسلمانوں کا استقلال دیکھ کر عیسائی صلح پر آمادہ ہوئے اور حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس انہوں نے پیغام بھیجا کہ کوئی سفیر بن کر آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے معاذؓ بن جبل کو روانہ کیا۔ معاذؓ رومیوں کے لشکر میں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں دیبائے زریں کا فرش بچھا ہوا ہے۔ آپ وہیں ٹھہر گئے۔ ایک عیسائی نے آ کر کہا۔ کہ گھوڑا میں تھام لیتا

ہوں۔ آپ دربار میں جاکر بیٹھے۔ حضرت معاذؓ کی بزرگی اور تقدس کا عام چرچا تھا۔ اور عیسائی تک ان سے واقف تھے۔ وہ واقعی ان کی عزت کرنا چاہتے تھے۔ اور ان کا باہر کھڑا ہونا ان کو گراں گذرا۔ آخر معاذؓ نے کہا میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار ہوا ہے۔ بیٹھنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر آپؓ زمین پر بیٹھ گئے۔ رومی ان کی بے پروائی اور آزادی پر حیرت زدہ تھے۔ آخر ایک شخص نے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر کوئی ہے۔ انہوں نے کہا معاذ اور یہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر ہوں۔

رومی چپ ہو گئے معاذؓ نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مترجم سے کہا کہ ان سے کہہ دو۔ اگر تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہنا تو میں واپس جاتا ہوں۔ رومیوں نے کہا کہ ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ تم اس طرف کس غرض سے آئے ہو۔ ابی سینا کا ملک تم سے قریب ہے۔ فارس کا بادشاہ مر چکا ہے اور سلطنت ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ ان کو چھوڑ کر تم نے ہماری طرف کیوں رخ کیا۔ حالانکہ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا بادشاہ ہے اور تعداد میں ہم آسمان کے تارے اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں۔

حضرت معاذؓ نے کہا سب سے پہلے ہماری درخواست ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو۔ شراب پینا چھوڑ دو۔ سؤر کا گوشت نہ کھاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہارے بھائی ہیں۔ اگر اسلام لانا منظور نہیں تو جزیہ دو۔ اس سے بھی انکار ہے تو آگے تلوار ہے۔ اگر تم آسمان کے ستاروں کے برابر ہو تو ہمیں قلت اور کثرت کی پرواہ نہیں تمہیں اس پر ناز ہے کہ تم ایسے بادشاہ کی رعایا ہو جس کو تمہاری جان و مال کا اختیار ہے۔ لیکن ہم نے جس کو اپنا بادشاہ بنا رکھا ہے۔ وہ کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اگر وہ زنا کرے تو اس کو دُرّے لگائے جائیں۔ چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں۔ وہ پردہ میں نہیں بیٹھتا۔ اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا۔

مال و دولت میں اسکو ہم پر کوئی ترجیح نہیں۔ رومیوں نے کہا۔ اچھا ہم تمہیں بلقاء کا ضلع اور اُردن کا وہ حصہ جو تمہاری زمین سے متصل ہے دیئے دیتے ہیں۔ تم یہ ملک چھوڑ کر فارس چلے جاؤ۔

حضرت معاذؓ نے انکار کیا اور اُٹھ کر چلے آئے۔

اس کے بعد رومیوں نے براہِ راست حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگو کرنی چاہی چنانچہ اس غرض سے ایک خاص قاصد آیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ زمین پر بیٹھے تھے اور ہاتھ میں تیر تھے جن کو الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ قاصد نے خیال کیا کہ سپہ سالار بڑا جاہ و حشم رکھتا ہوگا اور یہی اس کی شناخت کا ذریعہ ہوگا۔ لیکن وہ جس طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا تھا سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آخر گھبرا کر پوچھا، تمہارا سردار کون ہے؟ لوگوں نے ابو عبیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ حیران رہ گیا اور تعجب سے ان سے مخاطب ہو کر بولا کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "ہاں"!

قاصد نے کہا ہم تمہاری فوج کو فی کس دو دو اشرفیاں دیں گے، تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جناب ابو عبیدؓ نے انکار کیا۔ قاصد برہم ہو کر اُٹھا۔ آپؓ نے اس کے تیور دیکھ کر فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا۔ اس روز رومی مقابلے میں نہ آئے۔ اگلے دن تنہا خالدؓ بن ولید میدان میں گئے۔ صرف سواروں کا رسالہ ہمرکاب تھا۔ رومیوں نے بھی جنگ کی تیاری کی اور فوج کے تین حصے کر کے باری باری میدان میں بھیجے۔ پہلا دستہ خالدؓ کی طرف بھاگیں اٹھائے چلا آتا تھا۔ کہ خالدؓ کے اشارے سے قیس بن ہبیرہ نے صف سے نکل کر ان کا راستہ روکا۔ اور سخت کشت و خون ہوا۔ یہ معرکہ ابھی سر نہیں ہوا تھا۔ کہ دوسری فوج نکلی، خالدؓ نے میسرہ بن مسروق کو اشارہ کیا۔ وہ اپنی رکاب کی فوج کو لے کر مقابل ہوئے تیسرا لشکر بڑے کر و فر سے نکلا اور اس کا سپہ سالار بڑی تدبیر سے فوج کو بڑھاتا ہوا آرہا تھا۔ قریب پہنچ کر وہ خود ٹھہر گیا اور اپنے ایک افسر کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ خالد بن ولیدؓ کے

حضرت خالدؓ نے یہ حملہ بھی نہایت استقلال سے سنبھالا۔ آخر سپہ سالار نے خود بھی حملہ کر دیا۔ اور پہلی دونوں فوجیں بھی آ کر مل گئیں۔

دیر تک معرکہ رہا۔ مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھ کر رومیوں نے زیادہ لڑنا بے کار سمجھا۔ اور الٹا واپس جانا چاہا۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو للکارا کہ رومی اپنا زور صرف کر چکے ہیں۔ اب ہماری باری ہے۔ اس صدا کے بعد مسلمان دفعتاً ٹوٹ پڑے اور رومیوں کو برابر دباتے چلے گئے۔

عیسائی مدد کی انتظار میں لڑائی ٹالتے جاتے تھے۔ خالدؓ ولید ان کی یہ چال سمجھ گئے۔ اور حضرت ابو عبیدؓ سے کہا کہ رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں۔ حملے کا یہی وقت ہے۔ چنانچہ اسی وقت نقیب فوج میں جا کر پکار آئے کہ کل حملہ ہو گا۔ فوج سر و سامان سے تیار رہے۔ رات کے پچھلے پہر حضرت ابو عبیدہؓ بستر خواب سے اٹھے اور فوج کی ترتیب شروع کر دی معاذؓ بن جبل کو میمنہ پر مقرر کیا، ہاشم بن عتبہ کو میسرہ کی افسری دی۔ پیدل فوج پر سعیدؓ بن زید کو متعین کیا اور سوار حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں دے دیئے گئے۔ فوج آراستہ ہو چکی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس سرے سے اُس سرے تک ایک چکر لگایا۔ ایک ایک علم کے پاس کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے۔

"خدا سے مدد چاہتے ہو تو ثابت قدم رہو۔ کیونکہ خدا ثابت قدموں کے ساتھ رہتا ہے۔"

ادھر رومیوں نے جو تقریباً پچاس ہزار تھے۔ آگے پیچھے پانچ صفیں قائم کیں، جن کی ترتیب یہ تھی۔ کہ پہلی صف میں ہر ہر سوار کے دائیں بائیں دو دو تیر انداز میمنہ اور میسرہ پر سواروں کے رسالے کے نیچے پیادہ فوجیں اور نقارہ و دمامہ بجاتے ہوئے مسلمانوں کی طرف بڑھے۔

حضرت خالدؓ چونکہ ہراول پر تھے پہلے انہیں سے مقابلہ ہوا۔ رومی تیر اندازوں نے

تیروں کا اس قدر مینہ برسایا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ حضرت خالدؓ ادھر سے پہلو دے کر میمنہ کی طرف جھکے کیونکہ اس میں تمام سوار ہی تھے۔ قدر اندازنہ تھے۔ رومیوں کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے تھے کہ میمنہ کا رسالہ فوج سے الگ ہو کر خالدؓ پر حملہ آور ہوا۔ خالدؓ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ رسالہ فوج سے دور نکل آیا۔ بہادر خالدؓ نے موقع پاکر اس زور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں گیارہ بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے۔

ادھر قیس بن ہبیرہ نے میسرہ پر حملہ کر کے رومیوں کا دوسرا بازو بھی کمزور کر دیا۔ تاہم قلب کی فوج تیر اندازوں کی وجہ سے محفوظ تھی۔ ہاشم بن عتبہ نے جو میسرہ کے سردار تھے۔ علم ہلا کر کہا "خدا کی قسم جب تک اسے قلب میں پہنچ کر نہ گاڑ دونگا پھر کر نہ آؤں گا" یہ کہہ کر وہ گھوڑے سے کود پڑے اور ہاتھ میں سپر لے کر لڑتے بھڑتے اس قدر قریب پہنچ گئے کہ تیر و خدنگ سے گزر کر تیغ و شمشیر کی نوبت آئی۔ لڑائی کل گھنٹہ بھر رہی۔ تمام میدان خون سے رنگین ہو گیا۔ آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بد حواس ہو کر بھاگ نکلے۔ امیر لشکر اسلام ابو عبیدہؓ بن جراح نے خلیفۃ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامۂ فتح روانہ کیا۔ اور پوچھا کہ مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا۔ کہ رعایا ذمی قرار دی جائے۔ اور زمین بدستور زمینداروں کے قبضے میں چھوڑ دی جائے۔

اس معرکہ کے بعد ضلع اُردن کے تمام شہر اور مقامات نہایت آسانی سے فتح ہو گئے اور ہر جگہ شرائط صلح میں یہ لکھ دیا گیا کہ مفتوحین کی زمین، مکانات، گرجے اور عبادت گاہیں سب محفوظ رہیں گی۔ صرف مسجدوں کی تعمیر کے لیے کسی قدر زمین لے لی جائے گی۔

بہادرانِ اسلام پھر آگے بڑھے اور راستے میں چھوٹے چھوٹے شہروں اور قلعوں کے ساکنین نے خود بخود سر اطاعت خم کر دیئے اور یہ پُر جلال اور منصور لشکر اسلام سرحد

حمص میں پہنچ گیا حمص والوں سے اگرچہ صلح ہو چکی تھی۔ لیکن وہ صلح میعادی تھی، جس کی مدت کو ایک سال گزر چکا تھا۔ اور اہل حمص سے اس بات کا فیصلہ کرنا تھا کہ آیا وہ سابقہ صلح کو بحال رکھنا چاہتے ہیں۔ یا جنگ پر آمادہ ہیں۔ لیکن حمص والوں نے اہل قنسرین کی طرح اپنا سامانِ جنگ اور رسد وغیرہ جمع کرتے اور کمک کے انتظار میں یہ میعادی صلح کی تھی۔

اور اتنی مدت میں حاکم حمص ہرلیس نے کافی سامانِ حرب و رسد جمع کر لی تھی اور اُسے اس بات کا یقین تھا کہ رومی دارالحکومت انطاکیہ سے شاہِ ہرقل کی کمک عنقریب آنے والی ہے اسی خیال کے تحت حمص والوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی دل میں ٹھان رکھی تھی۔

چنانچہ جب امیرِ لشکرِ اسلام حضرت ابو عبیدہؓ نے حاکم حمص کے نام اپنے رومی غلام کے ہاتھ خط بھیجا تو حاکم حمص ہرلیس نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا " چونکہ صلح کی میعاد گزر چکی ہے۔ اگر تم لوگ اسی صلح پر قائم رہنا چاہتے ہو، تو سالانہ خراج ادا کرو۔ ورنہ اس خط کو اعلانِ جنگ سمجھو"۔

ہرلیس نے اپنے مشیروں کو یہ خط سنا کر یہ رائے پیش کی۔ کہ میرا ارادہ جنگ کرنے کا ہے۔ ہم سالانہ خراج ادا کر کے اپنے بادشاہ ہرقل کو ذلیل کرنا نہیں چاہتے۔ ویسے بھی ہمارے پاس سامانِ حرب و رسد کا کافی ذخیرہ موجود ہے اور عنقریب شاہی لشکر ہماری امداد کو آجائے گا۔

مشیروں کو اگرچہ حاکم حمص ہرلیس کی رائے سے اتفاق نہ تھا۔ تاہم انہوں نے ازراہِ اطاعت اپنے افسر کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے جنگ کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کر دی۔

اس کے بعد ہرلیس نے مسلمانوں کے ایلچی سے نہایت بدکلامی کرتے ہوئے کہا " اگر تم ایلچی نہ ہوتے تو میں تمہاری زبان کھنچوا دیتا"۔ یہ سنتے ہی مسلمان ایلچی فوراً واپس آگیا۔

لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کو یہ امید نہ تھی کہ اہلِ حمص اہل قنسرین کی سرکوبی کا حال سننے

کے بعد بھی جنگ پر آمادہ ہوں گے۔ اس خیال سے آپؓ نے پانچ ہزار سوار دے کر ہبیرہ بن مسروق کو حمص روانہ کیا۔ اور اس کے بعد پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ضرار بن ازور کو بھیجا۔ پھر پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ عمروؓ بن معدی کرب کو اور باقی لشکر کو اپنے ہمراہ لے کر حمص کی طرف بڑھے۔ اہلِ حمص کو جنگ کے لیے آمادہ پایا تو لڑائی کا حکم دے دیا۔

جنگِ حمص

ادھر مریس بھی اپنی فوج کے ساتھ بہادرانِ اسلام سے لڑنے کے لیے میدان میں نکل آیا۔ سب سے پہلے حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کی اگلی صف کو دشمنوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن رومیوں نے بھی دیوارِ آہنی کی طرح جم کر مقابلہ کیا۔

جب اور مسلمانوں نے بھی مل کر رومیوں پر ایک زبردست حملہ کیا تو قلعہ والوں نے بہادرانِ اسلام پر تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ جس سے کئی مسلمانوں نے جامِ شہادت پی لیا۔ اور ساتھ ہی کچھ مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنی قومی فوج بنی مخزوم کے ساتھ لشکر سے نکل کر اہلِ حمص کے قلب پر جیسے ہی حملہ کیا تو اسی وقت دوسری طرف سے میسرہؓ بن مسروق اپنی قوم بنی عبس کو لے کر دشمنوں پر پل پڑے اور گھمسان کا رن چھڑ گیا۔ بہادرِ اسلام خالد بھی لڑتے لڑتے رومیوں کی صفوں کو درہم برہم کر کے دشمنوں میں گھس گئے دیکھتے ہی دیکھتے بنی مخزوم سپاہی بھی دشمنوں کو تہ تیغ کرتے خالد بن ولیدؓ تک پہنچ گئے اور ہزاروں رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسری طرف سے میسرہ بن مسروق اور مرقال بن ہاشم نے رومیوں کے میمنہ پر آفت برپا کر دی۔ قیس بن ہبیرہ بھی بلائے ناگہانی کی طرح دشمنوں پر ٹوٹے ہوئے تھے۔ اس وقت عکرمہؓ بن ابو جہل بھی بڑی شجاعت سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے سینکڑوں رومیوں کو آناً فاناً میں تہ تیغ کر دیا۔ وہ دشمنوں میں گھس کر جس طرف تلوار چلاتے رومی

سپاہیوں کے سر کاٹ کر رکھ دیئے۔ آخر کار اسی لڑائی میں سینکڑوں جنگجو رومیوں کو قتل کر ڈالا۔

عصر کے وقت وہ رومی لشکر جو بہادرانِ اسلام کی تلواروں سے بچ گئے تھے۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گئے تو جاں نثارانِ اسلام اپنے لشکرگاہ میں واپس آگئے اس خون ریز لڑائی میں بہت سے مسلمان بہادروں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے بھی جاں نثارانِ اسلام کی موت پر افسوس کرتے ہوئے کہا ”اس لڑائی میں جس قدر مسلمان شہید ہوئے۔ کسی اور میں نہیں ہوئے“ اس پر خالدؓ بن ولید نے کہا۔ واقعی اہلِ حمص بہ نسبت دشمنوں کے زیادہ جنگجو اور بہادر ہیں۔ اگر ہم قلعہ کے نیچے اس طرح لڑتے رہیں گے تو ہماری کامیابی ممکن نہیں۔ کیونکہ قلعہ کی آڑ اور قلعہ والوں کی امداد ان کے میدانِ جنگ کے نبرد آزماؤں کی تقویت کا باعث ہے۔ البتہ اگر ہم دشمنوں کو قلعہ سے دور لا کر ان سے مقابلہ کریں تو پھر ہمارے بہادر ان سے اچھی طرح نمٹ سکتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس تجویز کو سنا تو کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر ہم پیچھے ہٹ آئیں تو دشمن قلعہ سے باہر نکلنے کا ہی نہیں اور پھر ہم کب تک انتظار کرتے رہیں گے۔ اس پر خالدؓ بن ولید نے کہا۔ ہم یہی بات اس پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ اپنے زعم میں ہمیں عاجز سمجھے۔ پھر جیسے اہلِ قنسرین قلعہ سے باہر نکل آئے تھے۔ اسی طرح حمص کی قلعہ بند فوجیں اپنے گھمنڈ میں ہمارا تعاقب کریں گی اور ہم یک لخت ان کے سامنے ہو کر انہیں گھیر لیں گے کہ وہ قلعہ تک پہنچنے نہ پائیں۔ ہاں اب اس کی ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت عورتیں اور دیگر سامانِ باربرداری مع پیادہ فوج آپ روانہ کر دیں۔۔۔ اور یہ لوگ یہاں سے کچھ دور جا کر رک جائیں۔ اس وقت ہمارے سب سوار بھی یہاں رہ جائیں۔ صبح کو بجائے میدانِ جنگ میں جانے کے ہم میں سے کچھ کچھ سوار واپس

ہونا شروع ہوں۔ مگر اپنے خیمے اور معمولی سامان بلکہ زائد اونٹ اور بیمار گھوڑے بھی اس جگہ رہنے دیں۔ جب ہم یہ کاروائی کریں گے تو اہلِ حمص ضرور یہی خیال کریں گے کہ بھاگنا چاہتے ہیں اور وہ یقیناً ہمارا سامان وغیرہ لوٹنے اور تعاقب کرنے کے لیے قلعہ سے نکلیں گے لیکن ہم لوگ کچھ فاصلے پر پہنچ کر اپنی رفتار سست کر لیں گے۔ تاکہ ایک جگہ پر فوراً اکٹھے ہو جائیں۔ وہاں یک لخت پلٹ کر ان کے مقابل ہو جائیں گے۔ اور ایک ہی حملہ سے دشمنوں کو پامال کر دیں گے۔

الغرض حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے خالدؓ بن ولید کی تجویز پر عمل شروع کر دیا۔ صبح کو مربیس جب اپنا لشکر لے کر قلعہ سے باہر نکلا تو مسلمانوں نے بھی دکھانے کے طور پر اپنی صفیں درست کیں۔ لیکن کسی نے آگے بڑھنے کی بظاہر جرائت نہ کی۔ بلکہ اپنے گھوڑوں کا منہ میدانِ جنگ سے پھیر کر پیچھے کو بھاگے۔ مربیس نے سمجھا کہ مسلمان عاجز ہو کر بھاگ نکلے ہیں۔ تعاقب کے زعم میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ اتنی دیر میں بہادرانِ اسلام اپنے لشکر گاہ سے بہت دور نکل آئے تھے۔ مربیس نے جب اسلامی لشکر گاہ میں سامان وغیرہ کو بے ترتیب پڑا پایا تو اُسے پورا یقین ہو گیا کہ مسلمان بھاگ نکلے ہیں۔ اس لیے مربیس نے کچھ اپنے سپاہیوں کو سامان وغیرہ پر قبضہ کرنے کے لیے وہیں چھوڑ دیا اور باقی لشکر کو لے کر مسلمانوں کا تعاقب کرنے لگا۔

حسبِ تجویز بہادرانِ اسلام نے کچھ دور جا کر اپنی رفتار کم کر دی تھی۔ جب انہوں نے دشمنوں کو قلعہ سے کافی دور آتے بھانپ لیا تو ایک دم تمام جان نثارانِ اسلام مجتمع ہو کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور ایک ایک بہادر نے بیسیوں رومیوں کو قتل کیا۔ حضرت سعیدؓ بن زید نے ایک ہی وار میں مربیس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ تقریباً سات حصے رومی لشکر تباہ ہو گیا۔ باقی ماندہ لشکر کے ایک حصے کے سپاہی جان بچا کر قلعہ کی طرف بھاگے راستے میں جو رومی لشکر گاہِ اسلام پر سامان ہتھیانے پر مامور تھے وہ بھی اپنے رومی سپاہیوں

تو دیکھ کر سب سامان وغیرہ اسی طرح چھوڑ کر دم دبا کر بھاگ نکلے۔ اتنے میں تمام بہادرانِ اسلام اپنے لشکر گاہ میں پہنچ گئے اور آناً فاناً میں آگے بڑھ کر قلعہ حمص پر قبضہ کر لیا۔

اہالیانِ حمص میں سے تمام معزز لوگ امیرِ لشکرِ اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان مانگی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگرچہ اس لڑائی میں ہمارے بہت سے جان نثارِ اسلام شہید ہوئے ہیں، لیکن ہمارے مذہب نے ہمیں رحم اور انصاف کی تعلیم دی ہے۔ اس لیے ہم لوگ اہالیانِ حمص کو امان دیتے ہیں اور جب تک تم سالانہ خراج ادا کرتے رہو گے۔ تمہارے جان و مال محفوظ رہیں گے۔

اہلِ حمص مسلمانوں کے اس رحم و انصاف سے نہایت خوش ہوئے اور انہوں نے چند ہی دنوں میں سالانہ رقمِ خراج فراہم کر کے امیرِ لشکرِ اسلام حضرت ابو عبیدہؓ کو پیش کر دی۔

آپؓ نے رقمِ خراج اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ دربارِ خلافتِ اسلامیہ میں روانہ کر کے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عظیم فتح کی اطلاع دی۔

فتح لاذقیہ

یہاں سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے لاذقیہ کا رخ کیا۔ یہ شہر ایک نہایت قدیم شہر تھا۔ فینیشین عہد میں اس کو ماتنا کہتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہاں سے کچھ فاصلہ پر قیام کیا اور اس کی مضبوطی اور استواری دیکھ کر ایک نئی تدبیر اختیار کی۔ یعنی میدان میں بہت سے غار کھدوائے۔ یہ غار اس تدبیر اور احتیاط سے تیار کیے گئے کہ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ اور ایک دن فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ اور محاصرہ چھوڑ کر حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر والوں نے جو مدت سے قلعہ بندی سے تنگ آ چکے تھے اور ان کا کاروبار بند تھا۔ اس کو تائیدِ غیبی خیال کیا۔ اور شہر پناہ کا دروازہ کھول کر کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ مسلمان اسی رات کو واپس آ کر غاروں میں چھپ رہے تھے۔ صبح کے وقت کمین گاہوں سے نکل کر

دفعتاً حملہ کیا اور دم کے دم میں شہر فتح ہو گیا

حمص کی فتح کے بعد امیرِ لشکرِ اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے خاص ہرقل کے پایۂ تخت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور کچھ فوجیں اس طرف روانہ بھی کر دیں لیکن دربارِ خلافت سے حکم پہنچا کہ اس سال اور آگے بڑھنے کا ارادہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق فوجیں واپس بلالی گئیں۔ اور بڑے بڑے شہروں میں افسر اور نائب افسر بھیج دیے گئے۔ کہ وہاں کسی طرح کی ابتری نہ ہونے پائے۔ حضرت خالدؓ بن ولید کو ایک ہزار فوج کے ساتھ دمشق بھیج دیا گیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اُردن میں قیام کیا اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حمص میں ٹھہر گئے۔

رومی فوجوں کا انطاکیہ میں اجتماع

رومی جو شکست کھا کھا کر دمشق و حمص وغیرہ سے نکلے تھے۔ انطاکیہ پہنچے۔ ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہے۔ ہرقل نے ان میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں بلایا اور کہا کہ عرب تم سے زور میں، جمعیت میں، سروسامان میں کم ہیں، پھر ان کے مقابلے میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے۔ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیے اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن ایک تجربہ کار بوڑھے نے عرض کی کہ "عرب کے مذاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ہمارا یہ ہے کہ شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے اوروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس کا یہ اثر ہوا۔ کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے اور جو کام ہوتا ہے ہمت اور استقلال سے خالی نہیں ہوتا ہے۔"

قیصر درحقیقت شام کے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن ہر شہر اور ضلعوں سے عیسائی جوق در جوق فریادیں لے کر چلے آرہے تھے۔ قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش

کے ساتھ آمادہ ہوا کہ شہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلے میں صرف کر دیا جائے۔

روم قسطنطنیہ، جزیرہ، آرمینیہ ہر جگہ احکام بھیج دیئے گئے کہ تمام فوجیں پایۂ تخت انطاکیہ میں ایک مقررہ مدت تک حاضر ہو جائیں۔ تمام اضلاع کے افسروں کو بھی لکھ بھیجا کہ جس قدر آدمی جہاں سے مہیا ہو سکیں روانہ کیے جائیں۔ گویا عام لام بندی کا حکم دے دیا گیا۔ ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا طوفان امڈ آیا۔ انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نظر جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جو مقامات فتح کر لیے تھے، وہاں کے اُمراء اور رؤسا ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود تخالف مذہب کے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے اور اس ذریعے سے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو تمام واقعات کی اطلاع ہوئی۔

امیر لشکرِ اسلام نے جان نثارانِ اسلام سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے قیس بن ہبیرہؓ وغیرہ نے یہ رائے دی کہ ہم نے بڑی جانفشانی سے شام کو فتح کیا ہے اس لیے یہاں کی چپہ بھر زمین نہ دیں گے۔ دشمن فوج اگرچہ لکھو کھا نبرد آزماؤں کی تعداد میں ہے لیکن ہمیں خدا پر بھروسہ ہے۔ جس نے آج تک ہم کو فتح یاب کیا ہے۔ اسی طرح اس معرکے میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہم کامیاب ہوں گے۔

عام حاضرین نے یہ رائے دی کہ حمص میں ہی ٹھہر کر امدادی فوج کا انتظار کیا جائے چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ بیت المقدس پر چڑھائی سے پہلے اسی جگہ ہرقل کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

حضرت خالدؓ بن ولید اگرچہ امیرِ لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تھے۔ لیکن اپنی جنگی قابلیت اولی العزم شجاعت کے باعث جان نثارانِ اسلام میں ایک ایسے قابلِ احترم فرد تھے جن کی رائے لینا ضروری تھا۔ اس لیے حضرت ابو عبیدہؓ نے جب خالدؓ کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کو کہا تو آپ بولے "میری رائے میں ٹھہر کر دشمن

سے مقابلہ کرنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ایک تو دشمنوں کی تعداد ہم سے دس گناہ زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ میدان کھلی لڑائی کے لیے تنگ ہے۔ ہمیں اس قدر میدان چاہیئے جہاں ہماری فوج بکھر کر دشمنوں کی لکھوکھا فوج سے لڑ سکے۔ تیسرے، اگر یہاں ہم لوگ دشمن کے مقابل ہو گئے اور لڑائی نے طول کھینچا تو بہت ممکن ہے کہ بیت المقدس سے رومی افواج ہمیں پیچھے سے گھیر لیں۔ اس وقت ہم دشمن کے نرغہ میں پھنس جائیں گے۔ نہ تو ہم نکل سکتے ہیں اور نہ مدینہ منورہ طیبہ سے ہی کمک پہنچ سکتی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ آپ اس مقام سے کوچ کر کے وادیٔ یرموک میں ٹھہر کر دشمن کا انتظار کریں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ ایک تو وہ میدان فراخ ہے۔ جہاں ہم ہر طرح سے دشمنوں کو پامال کر سکتے ہیں۔ اور دوسرے دارالخلافہ مدینہ منورہ تک راستہ صاف رہے گا تاکہ وقت پر ہماری مدد کے لیے اسلامی فوج کے آنے میں آسانی ہو۔"

حضرت خالدؓ بن ولید کی یہ مدبرانہ رائے ایسی نہ تھی کہ جو اسے سنتا اور وہ اس پر صاد نہ کرتا۔ حتیٰ کہ تمام سرداران لشکر کے ساتھ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے بھی اس رائے کو پسند فرما کر لشکر اسلام کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔

یرموک اطراف شام میں ایک وادی (نالہ) ہے جو بصریٰ کے قریب واقع ہے۔ جس کا پانی بحیرۂ طبریہ میں گرتا ہے۔ اسی ندی کے کنارے پہنچ کر لشکر اسلام نے اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالدؓ بن ولید نے اس میدان کے تمام محفوظ مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک کھلا میدان دشمن کی افواج کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا "میرا خیال ہے کہ شام کے جن شہروں کو فتح کر کے ہم نے اپنے فوجی دستے حفاظت کے لیے وہاں چھوڑے ہیں۔ ان کو بھی بہت جلدی یہاں بلا لینا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے چھوٹے چھوٹے دستے رومی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب رہا شہروں کا قبضہ۔ اگر ہم نے دشمن

پر فتح پالی تو تمام شہر ہمارے قبضہ میں پھر بھی آسکتے ہیں "

اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے یرموک پہنچتے ہی تمام محافظ دستوں کے نام اس مضمون کے خط لکھے کہ وہ سب یرموک میں پہنچ جائیں۔ حضرت عمرؓ ابن العاص بھی یہاں آکر مل گئے۔

جنگِ یرموک

فتوحِ شام میں جنگِ یرموک اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس پر تمام دنیا حیران ہے۔ مسلمانوں کی شجاعت اور اسلام کی صداقت کا سکہ بالخصوص رومیوں کے دل پر جنگ یرموک نے ہی بٹھایا اور یہی وہ معرکہ ہے جس کے باعث متعصب مورخین کے قلم لرز اٹھے ہیں۔ اور انہوں نے بے خود ہوکر یہ لکھ دیا۔

"مسلمانوں کی جسارت قابلِ تعریف ہے انہوں نے اپنی فوج کے مقابل دس گنا پر نفقط جنگ یرموک میں فتح حاصل کی، بلکہ رومیوں کی تمام ہمتیں پست کردیں "

الغرض رومی فوجیں بھی یرموک کے مقابل دیر الجبل میں اتر گئیں۔ اُدھر مسلمان بھی کی تیاریوں میں لگے تھے۔ معاذ بن جبل کو جو بڑے رتبے کے صحابی تھے میمنہ پر مقرر گیا۔ قباث ابن اشیم کو میسرہ اور ہاشم بن عتبہ کو پیدل فوج افسری دی۔ جناب خ نے اپنے رکاب کی فوج کے چار حصّے کیے۔ ایک کو اپنی رکاب میں رکھا۔ باقی پر قیس بن ہ میسرہ بن مسروق، عمر بن الطفیل کو مقرر کیا۔ یہ تینوں بہادر تمام عرب میں انتخاب تھے اور فارس العرب کہلاتے تھے۔

رومی بھی بڑے سروسامان سے نکلے تھے۔ اُن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ کسی مورخ نے دس لاکھ کا لشکر لکھا ہے اور کسی نے پانچ لاکھ۔ مگر ابنِ اثیر نے رومی لشکر کی دو ہزار چالیس لاکھ لکھی اور سید امیر علی نے اس کی تقلید کی ہے اور ان کے بالمقابل مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار لکھی ہے۔

بہرصورت رومی بڑے کروفر کے ساتھ آئے۔ ان کی چوبیس صفیں تھیں۔ جن کے آگے آگے ان کے مذہبی پیشوا ہاتھوں میں صلیبیں لیے جوش دلاتے جاتے تھے اور ان

دعب و ش کا یہ عالم تھا۔ کہ فوج جس راہ سے گزرتی تھی۔ راہب اور خانقاہ نشین جنہوں نے کبھی خلوت سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے تھے۔

جب فوجیں بالکل مقابل آگئیں تو ایک بطریق صف چیر کر نکلا اور کہا میں تنہا لڑنا چاہتا ہوں۔

میسرہ بن مسروق نے گھوڑا بڑھایا۔ مگر نہایت تنومند اور جوان تھا۔ خالدؓ نے روکا۔ اور قیس بن ہبیرہ کی طرف دیکھا۔ وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے بڑھے۔

سَائِلِی نِسَاءَ الْحَيِّ فِی حِجَابِهَا   اَلَسْتُ يَوْمَ الْحَرْبِ مِنْ اَبْطَالِهَا

(پردہ نشین عورتوں سے پوچھو۔ کیا میں لڑائی کے دن بہادروں کے کام نہیں کرتا)

قیس اس طرح جھپٹے کہ بطریق ہتھیار بھی نہیں پایا تھا۔ کہ ان کا وار چل گیا۔ تلوار سر پر پڑی اور خود کو کاٹتی ہوئی گردن تک اتر آئی۔ بطریق ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت خالد نے کہا شگون اچھا ہے اور اب خدا نے چاہا تو عیسائیوں نے خالدؓ کے ہمرکاب افسروں کے مقابلہ میں جدا جدا فوجیں متعین کی تھیں۔ لیکن سب نے شکست کھائی۔ اس روز یہیں تک نوبت پہنچ کر لڑائی ملتوی ہو گئی۔

دوسرے دن رومیوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی معزز افسر کو ہمارے پاس روانہ کرو۔ ہم اس صلح کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کو منتخب کیا۔ قاصد جو پیغام لایا تھا۔ اس کا نام جارج تھا۔ جس وقت وہ یہاں پہنچا شام ہو چکی تھی۔ ذرا دیر کے بعد نماز مغرب شروع ہوئی۔ مسلمان جس ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوئے اور جس محویت، سکون، وقار، ادب و خضوع سے انہوں نے نماز ادا کی۔ قاصد نہایت حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ نماز ختم ہو چکی تو اس نے حضرت ابو عبیدہؓ سے چند سوالات کیے۔ جن میں ایک یہ بھی تھا کہ تم عیسٰیؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو؟

حضرت ابو عبیدہؓ نے قرآن کی یہ آیات پڑھیں۔

یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ۔ لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط (سُوْرَۃ نسآء)	اے اہلِ کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیحؑ یعنی مریمؑ کے بیٹے عیسٰیؑ (نہ خدا تھے۔ نہ اس کے بیٹے بلکہ) خدا کے رسول اور اس کا حکم (بشارت) تھے۔ جو اس نے مریمؑ کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف ایک روح تھے۔ مسیحؑ اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں)

مترجم نے ان الفاظ کا ترجمہ کیا تو جارج بے اختیار پکار اٹھا۔ بے شک عیسٰیؑ کے صحیح اوصاف ہیں اور بے شک تمہارا پیغمبر سچا ہے" یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس نہ جانا چاہتا تھا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو۔ اسے مجبور کیا اور کہا کہ کل یہاں سے جو سفیر جائے گا اس کے ساتھ چلے آنا۔

دوسرے دن حضرت خالدؓ رومیوں کی لشکر گاہ میں گئے۔ رومیوں نے اپنی شوکت دکھانے کے لیے پہلے سے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دور تک سوار کی صفیں قائم کی تھیں جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے۔ لیکن خالدؓ اس بے پروائی اور تحقیر کی نگاہ سے ان پر نظر ڈالتے جاتے تھے جس طرح شیر بکریوں کے ریوڑ کو چیرتا ہوا جاتا ہے۔

باہان کے خیمے کے پاس پہنچے تو اس نے نہایت احترام سے استقبال کیا اور اپ

برابر بٹھایا۔ مترجم کے ذریعے گفتگو شروع ہوئی۔ باہان نے معمولی بات چیت کے بعد تقریر شروع کی۔ حضرت عیسٰیؑ کی تعریف کے بعد قیصر کا نام لیا۔ اور فخر سے کہا، ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ ترجمان ابھی ترجمہ بھی نہ کرنے پایا تھا کہ حضرت خالدؓ نے باہان کو روک کر کہا۔ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہو گا۔ لیکن ہم نے جس کو سردار بنا رکھا ہے اسے ایک لحظہ کے لیے اگر بادشاہی کا خیال آئے تو ہم فوراً اس کو معزول کر دیں۔" باہان پھر تقریر کرنے لگا۔ اور اپنے جاہ و دولت کا فخر بیان کر کے کہا۔ اہلِ عرب! تمہاری قوم کے جو لوگ ہمارے ملک میں آکر آباد ہوئے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیا۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ ان مراعات کا تمام عرب ممنون ہو گا۔ لیکن خلافِ توقع تم ہمارے ملک پر چڑھ آئے اور چاہتے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دو تمہیں معلوم نہیں کہ بہت سی قوموں نے بار ہا ایسے ارادے کیے لیکن کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب تم کو کہ تمام دنیا میں تم سے زیادہ کوئی قوم جاہل نہیں اور وحشی، بے سروسامان نہیں۔ یہ حوصلہ ہوا ہے۔ ہم اس پر بھی درگزر کرتے ہیں۔ بلکہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دلائے جائیں گے۔

باہان اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت خالدؓ اٹھے اور حمد و نعت کے بعد کہا تم بلاشبہ دولت مند ہو، مالدار ہو، صاحب حکومت ہو تم نے اپنے ہمسایہ عربوں کے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ بھی ہمیں معلوم ہے لیکن یہ تمہارا کچھ احسان نہ تھا۔ بلکہ اشاعتِ مذہب کی ایک تدبیر تھی جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ عیسائی ہو گئے اور آج وہ خود ہمارے مقابلے میں تمہارے ساتھ ہو کر ہم سے لڑتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہم نہایت محتاج، تنگدست اور خانہ بدوش تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ حال تھا کہ قوی کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ لڑ کر برباد ہوتے جاتے تھے۔ بہت سے خدا بنا رکھے تھے اور ان کو پوجتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے بت تراشتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن خدا نے ہم پر رحم کیا۔ اور ایک پیغمبر بھیجا۔ جو خود ہماری قوم سے تھا۔ اور ہم میں

سب سے زیادہ شریف، زیادہ فیاض، زیادہ پاک خو تھا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی۔ اور بتا دیا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اور اولاد نہیں رکھتا۔ وہ بالکل یکتا اور یگانہ ہے۔ اس نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جس نے ان کو مانا وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے اور جس نے نہ مانا، لیکن جزیہ دینا قبول کیا۔ اس کے ہم حامی اور محافظ ہیں، جس کو دونوں باتوں سے انکار ہو اس کے لیے تلوار ہے۔"

باہان نے جزیہ کا نام سنا تو ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "یہ مرکر بھی جزیہ نہ دیں گے۔ ہم جزیہ لیتے ہیں۔ دیتے نہیں۔"

غرض کوئی معاملہ طے نہیں ہوا۔ اور حضرت خالدؓ اٹھ کر چلے آئے۔ اور اب لڑائی کی تیاریاں شروع ہونے لگیں۔

صبح ہوئی تو رومی اس جوش اور سروسامانی سے نکلے کہ مسلمانوں کو بھی حیرت ہوئی حضرت خالدؓ نے بھی یہ دیکھ کر نئے طریقے سے فوج آرائی کی۔ فوج جو تنتیس ہزار تھی۔ اس کے چھتیس حصے کیے اور آگے پیچھے نہایت ترتیب سے اس قدر صفیں قائم کیں۔ قلب فوج حضرت ابو عبیدہؓ کو دیا۔ میمنہ پر عمروؓ بن العاص اور شرجیلؓ مامور ہوئے۔ میسرہ یزیدؓ بن ابی سفیان کی کمان میں تھا۔ ان کے علاوہ ہر صف پر الگ الگ جو افسر متعین کیے آپ نے چن کر ان لوگوں کو لیا جو بہادری اور فنون جنگ میں شہرت عام رکھتے تھے۔ خطباء جو اپنے زورِ کلام سے لوگوں میں ہل چل ڈال دیتے تھے۔ اس خدمت پر مامور ہوئے کہ پُرجوش تقریروں سے فوج میں جوش پیدا کر دیں۔ انہیں میں ابو سفیانؓ بھی تھے۔

حضرت عمروؓ بن العاص کہتے پھرتے تھے۔ کہ "یارو! نگاہیں نیچی رکھو برچھیاں تان لو۔ اپنی جگہ جمے رہو۔ پھر جب دشمن حملہ آور ہو تو آنے دو۔ یہاں تک کہ جب برچھیوں کی نوک پر آ جائیں تو شیر کی طرح ان پر ٹوٹ پڑو۔"

حضرتِ مقدادؓ جو نہایت خوش الحان تھے۔ فوج کے آگے آگے سورۃ انفال جس میں جہاد کی ترغیب ہے۔ تلاوت کرتے جاتے تھے۔

ادھر رومیوں کے جوش کا بھی یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن رکھی تھیں۔ تاکہ پیچھے ہٹنے کا خیال تک نہ آسکے۔ جنگ کی ابتداء رومیوں کی طرف سے ہوئی اور دو لاکھ کا ٹڈی دل ایک ساتھ بڑھا۔ ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لیے آگے آگے تھے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی جے پکارتے آتے تھے۔

غرض عیسائیوں نے نہایت زور و شور سے حملہ کیا اور تیروں کا مینہ برساتے بڑھے۔ مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے۔ لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا۔ اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا اور حرم کے خیمہ گاہ تک آ گیا یہ حالت دیکھ کر معاذ بن جبلؓ جو میمنہ کے ایک حصے کے سپہ سالار تھے۔ گھوڑے سے کود پڑے۔ اور کہا کہ "میں پیدل لڑتا ہوں۔ لیکن کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کرے تو گھوڑا حاضر ہے۔"

ان کے بیٹے نے کہا " ہاں یہ حق میں ادا کروں گا۔ کیونکہ میں سوار اچھا لڑ سکتا ہوں"۔

غرض دونوں باپ بیٹے فوج میں گھس گئے اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔ ساتھ ہی حجاج جو قبیلہ زبیدہ کے سردار تھے۔ پانچ سو آدمی لے کر بڑھے۔ اور عیسائیوں کا جو مسلمانوں کا تعاقب کرتے چلے آتے تھے آگا روک لیا۔ میمنہ میں قبیلہ ازد شروع حملہ سے ثابت قدم رہا تھا۔ عیسائیوں نے سارا زور ان پر ڈال دیا۔ لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے۔

جنگ کی یہ شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سر، ہاتھ اور بازو کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے۔ لیکن ان کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوتی تھی۔ جناب عمروؓ بن الطفیل جو قبیلہ کے سردار تھے۔ تلوار چلاتے جاتے تھے اور للکارتے جاتے تھے۔ کہ ازدیو! دیکھنا مسلمانوں پر تمہاری

درجہ سے داغ نہ آنے پائے۔ تو بڑے بڑے بہادر ان کے ہاتھ سے مارے گئے اور آخر خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنی فوج کو پیچھے لگا رکھا تھا۔ وہ دفعتاً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں ابتر ہو گئیں۔ حضرت عکرمہؓ جو ابوجہل کے فرزند تھے۔ انہوں نے فوج کی طرف دیکھا اور کہا "مرنے پر کون بیعت کرتا ہے"! چار سو مجاہدوں نے جن میں جناب ضرارؓ بن ازور بھی تھے مرنے پر بیعت کی۔ اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ قریباً سب کے سب اسلام پر قربان ہو گئے۔ حضرت عکرمہؓ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی، کچھ کچھ دم باقی تھا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے زانوں پر ان کا سر رکھا اور گلے میں پانی ٹپکایا۔ اور بولے کہ کاش خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ میرے شجاع بھائی عکرمہؓ کو دشمنوں سے لڑتے دیکھتے"۔

حضرت عکرمہؓ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے۔ لیکن رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر گئے۔ حضرت خالدؓ کے حملوں نے اور بھی ان کی کمر توڑ دی۔ یہاں تک کہ ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اور خالدؓ ان کو دباتے دباتے سپہ سالار درنجار تک پہنچ گئے۔ سپہ سالار اور رومی افسروں نے آنکھوں پر رومال ڈال لیے۔ کہ اگر یہ آنکھیں فتح کی صورت نہ دیکھ سکیں تو شکست بھی نہ دیکھیں۔

پھر رومیوں نے زبردست ہلّہ بولا، تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ رومی بھاگتوں کا پیچھا کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار نکل پڑیں۔ اور ان کی پامردی نے عیسائیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

فوج اگرچہ ابتر ہو گئی تھی۔ لیکن افسروں میں قباث بن اشیم، سعید بن زیدؓ۔ یزیدؓ بن ابی سفیانؓ، عمروؓ بن العاص، شرجیلؓ بن الحسنہ دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ قباثؓ کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے۔ مگر حوصلہ نہ ہارتے تھے

نیزہ لوٹ کر گرتا تو کتنے کوئی ہے جو اس شخص کو ہتھیار دے جس نے خدا سے اقرار کیا ہے کہ میدانِ جنگ سے ہٹے گا تو سر کر ہٹے گا۔ لوگ فوراً تلوار یا نیزہ ان کے ہاتھ دے دیتے تو وہ پھر شیر کی طرح دشمن پر جھپٹ کر جا پڑتے۔ حضرت سعیدؓ بن زید نے دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں کے مقدمہ کو مار گرایا۔ یزیدؓ بن ابی سفیان (حضرت معاویہؓ کے بھائی) بھی بڑی ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ اتفاق سے اُن کے باپ ابوسفیانؓ جو فوجوں کو جوش دلاتے پھرتے تھے ان کی طرف آ نکلے۔ بیٹے کو دیکھ کر کہا "جانِ پدر اس وقت میدان میں ایک ایک سپاہی شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ تو سپہ سالار ہے اور سپاہیوں کی نسبت تجھ پر شجاعت کا زیادہ حق ہے۔ تیری فوج میں سے ایک سپاہی بھی اس میدان میں تجھ سے بازی لے گیا اور تیرے لیے شرم کی بات ہے۔" جناب شرجیلؓ کا یہ حال تھا۔ کہ رومیوں کا چاروں طرف نرغہ تھا اور یہ بیچ میں پہاڑ کی طرح ڈٹے کھڑے تھے۔ قرآن کی یہ آیت "ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون" پڑھتے تھے۔ اور نعرہ مارتے تھے۔ کہ خدا کے ساتھ سودا کرنے والے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں۔ یہ آواز جس کے کان میں پڑتی۔ بے اختیار دشمن پر ٹوٹ پڑتا۔ یہاں تک کہ اکھڑی ہوئی فوج پھر سنبھل گئی۔ اور شرجیلؓ نے انہیں لے کر اس بہادری سے جنگ کی کہ رومی جو لوٹے پڑتے تھے۔ بڑھنے سے رک گئے۔

فتح یرموک

لڑائی کے دونوں پہلو اب برابر تھے۔ بلکہ غلبہ کا پلہ رومیوں کی طرف تھا۔ دفعۃً قیس بن ہبیرہ جن کو خالدؓ نے فوج کا ایک حصہ دے کر میسرہ کی پشت پر متعین کر دیا تھا عقب سے نکلے اور اس طرح لوٹے کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج رک نہ سکی۔ دشمن کی فوج تتر بتر ہو گئیں اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب سے نکل کر حملہ کیا تو رومی دور تک ہٹتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ میدان کے سرے پر جو نالہ تھا۔ اس کے کنارے تک آ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں جاں نثارانِ اسلام نے ان کی

ان کی لاشوں سے نالہ بھر دیا اور میدان خالی ہو گیا۔

الغرض یہ جنگِ یرموک اسلام اور کفر کا زبردست معرکہ تھا اور رومیوں کو اپنے وقار کا ڈوبتا ہوا سورج صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اسی لیے تو انہوں نے اپنی ساری کی ساری طاقت اس جنگ میں جھونک دی۔ بلاشبہ مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔ جن میں ضرار بن ازور، ہشام بنؓ العاص ابان۔ حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل اور سعید تھے۔ مگر مجاہدانِ اسلام نے اسلام کی شان بلند کر کے رومیوں کا غرور خاک میں ملا دیا۔ جو مسلمانوں سے دس گنا زیادہ تھے۔

قیصر انطاکیہ میں تھا کہ شکست کی خبر پہنچی۔ اسی وقت اس نے قسطنطنیہ کی تیاری کی۔ اور چلتے وقت شام کی طرف رُخ کر کے بولا "الوداع اے شام"۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے حضرت عمر فاروقؓ کو نامہ فتح لکھا اور روانہ کر دیا۔ امیر المومنینؓ یرموک کی خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہیں تھے۔ فتح کی خبر پہنچی تو دفعتاً سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر ادا کیا اور تمام مسلمانوں کو اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں انعام اور عطیات دیئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اس کے بعد حمص روانہ ہوئے اور حضرت خالدؓ بن ولید کو قنسرین بھیج دیا۔ شہر والوں نے اوّل مقابلہ کیا۔ لیکن پھر قلعہ بند ہو کر جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ یہاں عرب کے قبائل میں سے قبیلہ تنوخ مدّت سے آباد تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ہم قومی اتحاد سے انہیں اسلام کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ صرف بنو سلیح کا خاندان عیسائیت پر قائم رہا۔ اور چند روز بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ قبیلہ طے کے لوگوں نے بھی خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ قنسرین کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے حلب کا رُخ کیا۔ شہر سے باہر میدان میں عرب کے بہت سے قبائل آباد تھے۔ انہوں نے جزیہ پر صلح کر لی۔ اور تھوڑے دنوں بعد وہ سب مسلمان ہو گئے۔

حلب والوں نے ابو عبیدہؓ کی آمد کی خبر سنی تو قلعہ میں پناہ لے لی۔ عیاض بن غنم جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ شہر کا محاصرہ کیا اور چند روز بعد اور مفتوحہ شہروں کی طرح ان شرائط پر صلح ہو گئی۔ کہ عیسائیوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ ان کی جان و مال شہر پناہ مکانات قلعے اور گرجوں کی حفاظت کا معاہدہ لکھ دیا گیا۔ پھر انطاکیہ آئے۔ چونکہ یہ قیصر کا دارالسلطنت تھا۔ بہت سے رومیوں اور عیسائیوں نے یہاں آکر پناہ لی تھی حضرت ابو عبیدہؓ نے ہر طرف سے شہر کا محاصرہ کیا۔ چند روز بعد عیسائیوں نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔ ان صدر مقامات کے فتح ہوتے سے شام مرعوب ہو گیا۔ انطاکیہ کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے چاروں طرف فوجیں پھیلا دیں۔ لوقا۔ جومہ۔ سرمین۔ توزی۔ قورس۔ تل غزاز۔ دلوک رعبان بہ آسانی فتح ہو گئے۔ اور زمین پر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔

اسی طرح بالس اور قاصرین بھی ایک ہلہ میں فتح ہو گئے۔ انطاکیہ کے مضافات میں میں بغراس ایک مقام تھا۔ جہاں سے ایشائے کوچک کی سرحد ملتی تھی۔ یہاں کے عرب قبائل غسان۔ تنوخ۔ ایاد۔ رومیوں کے ساتھ ہرقل کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حبیب بن مسلمہ نے ان پر حملہ کیا۔ اور بڑا معرکہ ہوا ہزاروں قتل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مرعش پر حملہ کیا۔ اور اس شرط پر صلح ہوئی۔ کہ عیسائی شہر چھوڑ کر نکل جائیں۔

عامل شام

ان فتوحات کے بعد جب ملکِ شام پر پورے طور سے مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو خلیفۃ المومنین حضرتِ عمر فاروقؓ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان کی خدمات کے عوض ملکِ شام کا حاکم مقرر کر دیا لیکن جب جب بیت المقدس پر فتح یاب ہونے کی باری تھی تو آپؓ نے ابو عبیدہؓ کو اس مہم پر روانہ کیا۔ لیکن اہالیانِ بیت المقدس نے اطاعتِ صلح کا سوال پیش کیا۔ تو آپ نے حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں بیت المقدس کا فیصلہ بذاتِ خود فیصلہ کرنے کے لیے آپ کی تشریف آوری کے لیے

عرض کیا۔

عظیم جرنیل کے آخری لمحات

عمواس کی وبا، شام و مصر اور عراق میں پھیل گئی اور اسلام کی بڑی بڑی یادگاریں خاک میں چھپ گئیں۔ وبا کا آغاز ۱۸ھ کے آخر میں ہوا اور کئی مہینے تک نہایت شدت رہی۔ حضرت عمرؓ کو جب خبر پہنچی تو اس کی تدبیر اور انتظام کے لئے خود روانہ ہوئے۔ سرغ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہؓ وغیرہ نے جو ان کے استقبال کو آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ بیماری کی شدت بڑھتی جاتی ہے۔ مہاجرین اولینؓ اور انصار کو بلا کر رائے طلب کی۔ آخر حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ اعلان کر دیں کہ کل کوچ ہو گا۔ حضرت ابوعبیدہؓ چونکہ تقدیر کے مسئلے پر سختی کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے۔ اس لیے وہاں سے نہ نکلے۔ حضرت عمرؓ خود مدینہ چلے آئے اور ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ مجھے تم سے کچھ کام ہے، کچھ دنوں کے لیے یہاں آجاؤ۔ ابوعبیدہؓ کو خیال ہوا کہ وبا کے خوف سے بلایا ہے۔ جواب میں لکھ بھیجا۔ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو گا۔ میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے ٹل نہیں سکتا۔ خط پڑھ کر حضرت عمرؓ رو پڑے۔

آخر آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ فوج جہاں اتری ہے۔ وہ نشیب اور مرطوب جگہ ہے۔ اس لیے کوئی عمدہ موقع تجویز کر کے وہاں سے اٹھ جاؤ۔ ابوعبیدہؓ نے حکم کی تعمیل کی اور جابیہ میں جا کر قیام کیا۔

الغرض جابیہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بیمار ہو گئے۔ جب زیادہ شدت ہو گئی تو لوگوں کو جمع کیا۔ اور نہایت پر اثر الفاظ میں وصیت کی۔ معاذ بن جبل کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ چونکہ نماز کا وقت ہو چکا تھا حکم دیا وہ ہی نماز پڑھائیں۔ ادھر نماز ختم ہوئی اور اسلام کے اس بطل جلیل اور عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؀

فاتح مصر و فلسطین

حضرت عمروؓ بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام :۔ عمروؓ بن العاص
پیدائش :۔ (مکہ) ہجرت سے سینتالیس برس قبل۔
وفات :۔ (مصر) ۴۳ھ ہجری۔ عمر :۔ نوّے ۹۰ سال

شجرۂ نسب عمروؓ بن العاص بن وائل بن ہاشم ، بن سعید بن سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن کنانہ بن نضر بن مالک بن فہر۔

حضرت عمروؓ بن العاص قریش میں نہایت اہم شخصیت ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔ ان کی شجاعت، ان کا تدبر اور ان کی فتوحات سے تاریخِ اسلام کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر و فلسطین کے چپے چپے پر انہوں نے اسلامی پرچم لہرایا۔ خلافت اموی کے قیام میں جو سیاست کارفرما تھی وہ انہیں کے رہین منت تھی۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہوگئی تھی۔ عمروؓ بن العاص۔ معاویہؓ بن ابوسفیان اور زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ایک ہوگئے۔ امیر معاویہؓ کے رفیقوں اور مشیروں کی فہرست میں یہ تین نام زیادہ مشہور ہیں۔ زیاد بن ابیہ، مغیرہ بن شعبہ اور عمروؓ بن العاص۔ پوری عرب قوم ان کی فراست تدبّر اور سیاست دانی کا لوہا مانتی ہے۔

قبولِ اسلام پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد اپنے تمام رفقاء کے ساتھ ازراہِ نیّت عمرہ اور زیارت کعبہ مکہ میں

داخل ہوئے۔ نہایت آرام و سکون سے حج خانہ کعبہ ادا فرمایا۔ صحابہؓ کا جمِّ غفیر آپ کے ساتھ تھا۔ اور برسول کی دیرینہ تمنّا اور فرضِ مذہبی بڑے جوش و خروش کے ساتھ ادا ہو رہا تھا۔ مشرکین مکّہ پہاڑ پر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ کہ شاید مسلمان خلاف معاہدہ شہر میں لوٹ مار نہ مچا دیں۔ لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کا پاس کر کے تین روز کے بعد مکّہ سے پلٹ آئے۔ مشرکین مکّہ پر مسلمانوں کے سچّے جوش سادہ اور موثر طریقِ عبادت کا اور اُن کی اعلیٰ دیانت و امانت کا کہ "خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی بھی نقصان نہیں ہوا"۔ عجیب اثر پڑا۔ جس نے سینکڑوں لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ اور اکثر معززین قریش کے دلوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاسِ وفا کا گہرا اثر پڑا۔ چنانچہ خالد بن ولید، عثمان بن ابی طلحہ اور عمرو بن العاص جیسے ذی عزت اور بہادر اشخاص نے ۸ھ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر خود بخود دینِ اسلام قبول کر لیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان شجاعانِ عرب کے مسلمان ہونے پر از خود خوش ہوئے اور رب العالمین کا شکر ان الفاظ میں کیا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ فِی الْاِسْلَامِ"۔ یعنی شکر ہے اس خدا کا جس نے تمہیں اسلام کی طرف راہنمائی کی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا "تمہاری دانشمندی سے یہی امید تھی کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے"۔

تبلیغِ اسلام چند روز بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عمروؓ بن العاص کو ارضِ بلی اور قبیلہ بنی عذرہ کی طرف تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کیا۔ جناب عمرو بن العاصؓ اور بنی عذرہ سے اگرچہ ننہالی تعلق تھا لیکن انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف نہیں کیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص بنی جذام کی سرزمین میں سلاسل تالاب پر پہنچے ہی تھے۔ کہ وہاں انہوں نے دشمنوں کی کثرت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کمک کے لیے ایک اصحاب کو بھیجا۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو معہ مہاجرین کی ایک جماعت کے عمروؓ بن العاص کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ حضرت عمروؓ بن العاص کے مزاج سے واقف تھے۔ اس لیے ابو عبیدہؓ کو جاتے وقت آپ نے تاکید کردی تھی کہ عمروؓ بن العاص سے کسی قسم کا جھگڑا نہ ہونے پائے۔

جناب عمرؓ بن العاص نے ابو عبیدؓ کو دیگر اصحاب کے ساتھ دیکھتے ہی پوچھا کہ میری مدد کرتے آئے ہو یا مجھ پر سردار مقرر ہو کر آئے ہو؟ جناب ابو عبیدہؓ نے جواب دیا: مجھے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کردی ہے۔ کہ اختلاف نہ کروں۔ اس لیے اگر تم میرے خلاف بھی کرو گے۔ تو میں پھر بھی تمہاری اطاعت کروں گا۔"

اس مہم کی کامیابی کے چند روز بعد جناب عمروؓ بن العاص کو رسالت مآبؐ نے عمان کے حاکم کے پاس یہ خط دے کر روانہ فرمایا۔

شاہ عمان کے نام نامۂ مبارک

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط ہے محمدؐ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جیفر اور عبد پسران جلندی کی طرف:۔

سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ اما بعد میں تم دونوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ گے تو تم سلامت رہو گے۔ اس لیے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ ڈراؤں اللہ کے عذاب سے اس کو جو زندہ ہو اور ثابت ہو اللہ کی محبت کا فروں پر۔ تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم کو تمہارے ملک پر بدستور باقی رکھیں گے۔ ورنہ سمجھ لو کہ تمہاری سلطنت عنقریب زائل ہونے والی ہے۔ اور میرے سوار تمہارے گھر کے صحن تک پہنچیں گے۔ اور میری نبوت اور رسالت تمہارے ملک کے تمام کے ادیان پر

غالب آکر رہے گی" (زاد المعاد ج۲ ص۶۲ و زرقانی ج۳ ص۳۵۲)

حضرت عمروؓ بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں آپؐ والا نامہ لے کر عمان پہنچا تو سب سے پہلے عبد سے ملاقات ہوئی۔ وہ نہایت حلیم، بردبار اور نیک خو تھے میں نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ خط دے کر آپ اور آپ کے بھائی کی طرف بھیجا ہے۔ عبد نے کہا کہ اعلیٰ رئیس اور بادشاہ میرے بھائی جیفر ہیں۔ میں آپ کو اُن سے ملا دوں گا۔ یہ خط آپ اُن کے سامنے پیش کر دینا۔ بعد ازاں مجھ سے کہا کہ تم ہم کو کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو۔

عمروؓ بن العاص:۔ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ بت پرستی کو چھوڑ دو۔ اور اس بات کی گواہی دو کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عبد:۔ اے عمروؓ بن العاص تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو۔ تلاؤ کہ تمہارے باپ نے کیا کیا۔ ہم انہیں کی اقتداء کریں گے۔

عمروؓ بن العاص:۔ میرے باپ مر گئے اور آپؐ (حضورؐ) پر ایمان نہیں لائے اور میری تمنا تھی کہ کاش وہ اسلام لاتے اور آپؐ کی تصدیق کرتے۔ ایک عرصہ تک میں انہیں کی رائے پر رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسلام کی ہدایت اور توفیق سے سرفراز فرمایا۔

عبد:۔ تم کب مسلمان ہوئے۔

عمروؓ بن العاص:۔ چند ہی روز ہوئے ہیں۔

عبد:۔ کہاں مسلمان ہوئے۔

عمروؓ بن العاص:۔ نجاشی شاہِ حبشہ کے ہاتھ پر اور نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے

عبد:۔ نجاشی کے اسلام لے آنے کے بعد اس کی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

عمرو بن العاصؓ۔ حسب سابق اس کو بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس متبع اور پیرو کار بنے۔

عبد:۔ اساقفہ (پادریوں) اور رہبان نے کیا کیا۔

عمرو بن العاصؓ:۔ سب نے اس کا اتباع کیا۔

عبد:۔ اے عمرؓ! غور کرو، کیا کہہ رہے ہو۔ خوب سمجھ لو کہ جھوٹ سے بڑھ کر کوئی بری خصلت نہیں اور انسان کے لیے جھوٹ سے بڑھ کر رسوا کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

عمرو بن العاصؓ۔ حاشا و کلا میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ بولنا حلال ہے۔

عبد:۔ معلوم نہیں کہ ہرقل قیصر روم کو نجاشی کے اسلام لانے کی خبر ہوئی یا نہیں۔

عمرو بن العاصؓ:۔ ہرقل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا علم ہے۔

عبد:۔ تم کو کیسے معلوم ہوا؟

عمرو بن العاصؓ:۔ نجاشی قیصر روم کو خراج ادا کرتا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر قیصر ول مجھ سے ایک درہم بھی مانگے تو وہ بھی نہ دوں گا قیصر کو جب نجاشی کی یہ بات پہنچی تو قیصر روم خاموش ہو گیا۔ قیصر کی خاموشی پر اس کے بھائی نیاق نے نہایت غصہ سے کہا کہ کیا آپ اپنے غلام یعنی نجاشی کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے کہ خراج بھی ادا نہ کرے اور آپ کا مذہب چھوڑ کر نیا دین اختیار کرلے۔ قیصر نے کہا: "نجاشی کو اختیار ہے کہ وہ جس دین کو چاہے اختیار کرلے۔ اس نے اس دین کو پسند کیا۔ خدا کی قسم اگر مجھ کو اپنی سلطنت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی یہی دین اختیار کرتا۔"

عبد:۔ بہت متعجب ہو کر۔ اے عمرؓ کیا کہہ رہے ہو؟

عمرو بن العاصؓ:۔ خدا کی قسم، میں نے بالکل سچ کہا ہے۔

عَبْد :۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ اور کس چیز سے منع کرتے ہیں؟

عمروؓ بن العاص :۔ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے منع کرتے ہیں۔ بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم اور تعدّی۔ زنا اور شراب خوری، بت پرستی اور صلیب پرستی سے منع فرماتے ہیں۔

عَبْد :۔ کیا ہی اچھی دعوت ہے اور کیا عمدہ تلقین ہے۔ کاش میرا بھائی بھی میرا ساتھ اتفاق کرے اور دونوں مل کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائیں۔ اور آپ کی تصدیق کریں۔ لیکن ممکن ہے، میرا بھائی اپنی سلطنت کی وجہ سے اس بارے میں تامل کرے۔

عمروؓ بن العاص :۔ اگر اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بادشاہت کو بدستور برقرار رکھیں گے۔ اور یہ حکم دیں گے کہ اپنی قوم کے اُمراء اور اغنیاء سے صدقات وصول کریں۔ اور اپنی قوم کے فقراء اور مساکین پر ان کو تقسیم کریں۔

عَبْد :۔ یہ تو نہایت عمدہ بات ہے۔ یہ بتاؤ کہ صدقات کتنے اور کس طرح لیے جاتے ہیں؟

حضرت عمروؓ بن العاص فرماتے ہیں۔ میں نے تفصیل سے بتایا کہ سونے اور چاندی پر اتنی زکوٰۃ لی جاتی ہے۔ اونٹ اور اور بکریوں پر اتنی۔ اس کے بعد عبدؔ نے مجھے اپنے بھائی جیفر کے سامنے پیش کیا۔ میں نے آپؐ کا والا نامہ سربمہر اسے دیا۔ مہر کھول کر اسے پڑھا اور مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور قریش کا کچھ حال دریافت کیا۔ ایک دو روز کے تامل کے بعد جیفر بھی اسلام پر آمادہ ہو گیا۔ اور دونوں بھائیوں نے مل کر ایک روز اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور جو نہ ہوئے ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا۔

حضرت عمروؓ بن العاص کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سعد، ہذیم اور دیگر

عذرہ وغیرہ قبائل میں تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں عمان کے مرتدوں کے مقابلہ پر بھیجا تو یہ وعدہ کیا تھا کہ جب اس مہم سے فراغت ہو گی تو تمہیں اپنی پرانی خدمت پر مامور کر دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص جیسے ہی عمان سے واپس آئے تو اپنی اس قدیم خدمت پر بھیج دیئے گئے۔ اب انہوں نے بھی خواہش کی کہ اپنی خدمت پر کسی اور کو مقرر کر کے خود شام کی مہم پر جائیں اور جہاد کریں۔ جناب عمروؓ بن العاص کی اس تحریر پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں لکھا کہ "تمہیں حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خدمت پر مامور کیا تھا۔ اس میں میں اپنی طرف سے تبدیلی کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن ہاں جس طرح پہلے تمہیں عمان بھیجا تھا۔ اسی طرح اب چاہتا ہوں کہ تم کو ایسے کام پر مامور کر دوں جو دین و دنیا دونوں میں تمہارے لیے مفید ہے۔ بشرطیکہ تم بھی اسے پسند کرتے رہو۔ رہی تمہاری یہ خدمت، جس پر تم مامور ہو، تمہارے لیے محفوظ رہے گی۔

اس حکم کے جواب میں عمروؓ بن العاص نے لکھا "میں اسلام کے تیروں میں ایک تیر ہوں اور آپؓ تیرانداز اور ان تیروں کو فراہم کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ناوک اندازی کرتے وقت آپ دیکھ لیں کہ کون سا تیر اچھا، تیز بارڑھ، مضبوط اور کاری ہے"!

یہ خط دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں (عمروؓ بن العاص) اور ولید عقبہ جو بنی قضاعہ میں رقوم زکوٰۃ کے کلکٹر تھے کو حکم دیا کہ "جہاد کے لیے عربوں کی فوج جمع کرو"۔ چنانچہ دونوں نے بڑی مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس اثنا میں جو اور مجاہدین اطرافِ عرب سے آکر مدینہ میں جمع ہوئے۔ ان کو بھی انہوں نے عمروؓ بن العاص کے پاس بھیج دیا۔ اور ایک خاص راستہ بنا کر حکم دیا کہ اس راہ سے تم ارضِ فلسطین میں داخل ہو جاؤ"۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے مزید سردارانِ عرب شام میں پہنچ گئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح تو جابیہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا، یزیدؓ بن ابی سفیان اور ان کے

بھائی حضرت معاویہؓ بلقا میں ٹھہرے۔ شرجیلؓ بن حسنہ نے ان کے گرد قیام کیا۔ اور حضرت عمروؓ بن العاص صرجیہ میں جا کر اُترے۔

تاجدارِ روم ہرقل ان دنوں جوشِ عقیدت سے بیت المقدس میں آیا تھا۔ جب اُسے عساکرِ اسلامیہ کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے ارکانِ سلطنت اور مشیرانِ حکومت کو جمع کر کے کہا کہ میری رائے ہے کہ تم ان لوگوں سے صلح کر لو۔ اگر تم محاصل مملکت شام کی آدھی رقم ادا کرنے کا وعدہ کر کے بھی مسلمانانِ عرب سے صلح کر لو گے تو میرے نزدیک نفع میں رہو گے ورنہ وہ سارے ملک شام پر قبضہ کر لیں گے۔ مشیرانِ سلطنت نے یہ بات سنی تو ناراض ہو کر دربار سے اُٹھ کر چلے گئے۔

ہرقل نے مجبوراً پھر معززین ارکانِ دولت کو جمع کیا اور انہیں لے کر شہر حمص میں پہنچا اور لشکر مرتب کر کے ارادہ کیا کہ ہر ایک مسلمان سردار کے مقابل ایک نئی فوج بھیجی جائے۔ اس کے پاس فوج کی کمی کیا تھی۔ صرف مسلمان سرداروں کو جدا جدا میدانِ جنگ میں اُلجھا لینے سے ان کی قوت کمزور کرنا تھی۔

چنانچہ اس نے اپنے سگے بھائی تذارق کو نوّے ہزار فوج کے ساتھ حضرت عمروؓ بن العاص کے مقابلہ پر جرجہ کو۔ لوذر کو یزیدؓ بن ابی سفیان کے مقابلہ پر فیقلار بن فسطوس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ کے مقابلہ پر اور دراقص نامی سردار کو شرجیلؓ بن حسنہ کے مقابلہ پر روانہ کیا۔

ہرقل کے یہ انتظامات اور رومی فوجوں کی یہ کثرت دیکھ کر مسلمان گھبرائے اور سب سرداروں نے حضرت عمروؓ بن العاص کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک ایسی حالت میں کیا مناسب ہے۔ اس پر انہوں نے یہ جواب دیا ہمارے لیے مناسب یہی ہے کہ ہم سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اپنے منتشر لشکروں کو یکجا کر لیں۔ متفرق طور پر سب میں کمزوری رہے گی مگر ایک جگہ اکٹھا ہو جانے سے ہمیں اپنی کمی محسوس نہ ہو گی اور دشمن کی کثرتِ فوج کا

اندیشہ نہ رہے گا۔

دربارِ خلافت سے اس تجویز پر عمل کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کی رائے سے اتفاق کیا اور اجازت دی کہ شام کے تمام عساکر اسلام اور سردارانِ مجاہد جمع ہو جائیں۔

ادھر رومی لشکر بھی جمع ہو گئے۔ بعض رومی سرداروں کا یہ خیال تھا کہ بہادرانِ اسلام سے لڑنے کے بجائے صلح ہو جائے اور بعض کی یہ تجویز تھی کہ ان کے گروہوں کو توڑیں اور اس تاخیر تعویق سے مسلمانوں کو کمزور بنا دیا جائے۔ لیکن جانثارانِ اسلام نے رومیوں کی اس چال سے فائدہ اٹھا کر ان کی واپسی کا راستہ بڑھ کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے مجاہدینِ اسلام کی اس دوراندیشی سے خوش ہو کر کہا "میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تم نے رومیوں کو اپنے حلقہ میں کر کے قید کر لیا ہے"۔

رومی جان بوجھ کر لڑائی کو طول دے رہے تھے اور اس ڈھیل سے ان کی فوج میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس بارے میں دربارِ خلافت کو لکھا گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو لکھا کہ تم فوراً شام میں پہنچ کر مسلمانوں کی مدد کرو اور اپنی شجاعت اور دلیری کا سچا جوہر دکھاؤ اور اپنی نصف فوج اپنے ہمراہ لے جاؤ اور بقیہ نصف کو وہیں عراق میں مثنیٰ رضی اللہ عنہ بن حارثہ شیبانی کی سرداری میں چھوڑ جاؤ۔ جب شام میں خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح ہو جائے تو پھر تم عراق میں واپس چلے آنا۔ چنانچہ اس حکم پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور خود نو ہزار بہادرانِ اسلام کا لشکر لے کر شام کو روانہ ہوئے۔

راستے میں شہر حارروا پڑا وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ انہیں پسپا کر کے مصیخ میں پہنچے۔ اس کے بعد بہت سی منزلیں قطع کر کے اور ہر جگہ فتح و نصرت کے پھریرے اڑاتے دمشق کے قریب آ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی بہادرانِ اسلام خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا پرچم کھول دیا۔ اس کے بعد دمشق کو چھوڑ کر یرموک پہنچے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پہنچ جانے کی اطلاع

دی۔

حضرت خالدؓ کے پہنچتے ہی باہان نے مقابلہ کیا تو خالدؓ نے بھی فوراً بڑھ کر مقابلہ کیا اور تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد رومیوں سے بجز اس کے کہ اپنی خندق کے اس پار واپس جاکر پناہ لیں۔ اور کوئی بات نہ بن پڑی۔

جنگِ اجنادین

حضرت خالدؓ بن ولید اور ان کے ہمراہی جاں نثارانِ اسلام کے آنے سے پہلے اجنادین میں کل بہادرانِ اسلام کی تعداد ستائیس ہزار تھی آپ کے آجانے پر چھتیس ہزار ہوگئی۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل کی جمعیت اس کے علاوہ تھی جو مسلمانوں کے پیچھے اپنے لشکر کے ساتھ پڑے تھے۔ تاکہ کسی دشمن کو مسلمانوں کے پیچھے نہ آنے دیں۔

ادھر رومیوں کا لشکر نوّے ہزار پر مشتمل تھا۔ ان میں سے تیس ہزار زنجیر بند تھے یعنی زنجیروں سے گھوڑوں میں بندھے ہوئے تھے۔ کہ کسی طرح گھوڑے کی پیٹھ سے جدا نہ ہوسکیں۔

پچیس ہزار ایسے تھے کہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ سے ہی نہیں بلکہ باہم ایک دوسرے سے بھی زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ تاکہ میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔ ان کے علاوہ پینتیس ہزار پیدل سپاہی تھے اور ان میں بھی بہت سے باہم زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کو جب دشمنوں کی فوج کی اس جمعیت کا حال معلوم ہوا تو تمام سردارانِ عساکر اسلامیہ نے اپنی اپنی فوجوں کو اپنے اپنے جھنڈوں تلے مرتب کرکے تائیدِ ایزدی پر بھروسہ کرکے حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنا گھوڑا بڑھا کر بہادرانِ اسلام کی صفوں کا چکر لگایا اور پھر سب کے درمیان بعد حمدِ الٰہی اور ثنائے رسالت پناہی یہ تقریر کی:۔

"حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس خیال سے بھیجا ہے کہ ہم آسانی سے اپنے

مقصد کو حاصل کر لیں گے۔ مگر یہ تمہاری تفرق کی حالت اس مصیبت سے بھی زیادہ دشوار اور سخت ہے، جس سے تمہیں سابقہ پڑا ہے۔ مشرکین کے حق میں یہ کسی زبردست کمک کے آجانے سے بھی زیادہ سود مند اور مفید ہے اگر ہم سب ایک امیر کے ماتحت ہو جائیں تو اس سے کسی کے حق میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ سب سوار ایک کے ماتحت ہو جائیں تو بہت زیادہ کچھ ہو جائے گا۔ لہذا لڑائی کے لیے تم بھی تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ تمہارے دشمن لڑائی کے لیے خوب تیار ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو آج کے دن کے بعد وہ دن آئے گا۔ لیکن آج کا دن وہ دن ہے کہ اگر تم نے دشمنوں کو ان کی خندقوں کے اندر بھگا دیا تو ان کو ہمیشہ بھگاتے اور پسپا کرتے رہو گے۔ لیکن اگر انہوں نے ہمیں شکست دے دی تو پھر اس کے بعد ہم نہ سنبھل سکیں گے۔ لہذا آؤ سرداری اور افسری کے نظام کو تم انہیں دشمنوں سے عاریتاً لے لو۔ مگر ہم میں سرداری اور امارت فوج بدلتی رہے۔ یعنی ایک دن ایک شخص سردار ہو۔ دوسرے دن دوسرا اور تیسرے دن تیسرا شخص یہاں تک کہ سب کو حکومت کرنے کا موقع مل جائے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو آج مجھ ہی کو اجازت دے دو۔ کہ میں تمہاری سرداری اور افسری کر دوں۔"

اس تقریر اور استدعا کے مطابق عام معزز سرداروں اور تمام سپاہیوں نے اس زور کی معرکہ آرائی کے لیے حضرت خالدؓ ہی کو اپنا سپہ سالار تسلیم کر لیا۔

اتنے میں رومیوں کا لشکر بڑھا اور ایسی ترتیب و انتظام سے کہ مسلمانوں نے آج تک کبھی ایسا بارونق منظر نہیں دیکھا تھا۔ مگر حضرت خالدؓ بن ولید نے بھی اپنے لشکر کو اس شان سے مرتب کر کے بڑھایا کہ اپنی یہ شان بھی مسلمانوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ یعنی بہادرِ اسلام خالدؓ نے تمام جانثارانِ اسلام کو چالیس رسالوں اور پلٹنوں میں تقسیم کیا۔ اور

کہا "دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اگرچہ تم تعداد میں کم ہو۔ مگر بہت سے دستوں اور پلٹنوں میں تقسیم ہو جانے سے زیادہ نظر آنے لگو گے۔"

ان دستوں میں بہت سے قلب فوج میں تھے اور ان پر ابو عبیدہؓ بن الجراح کو سردار مقرر کیا۔ بہت سے دستے میمنہ پر تھے۔ ان کی سرداری عمروؓ بن العاص اور شرجیلؓ بن حسنہ کے سپرد تھی۔

اسی طرح تمام دستوں پر ہر ایک سردار مقرر تھا۔ ابو دردا فوج کے قاضی تھے۔ اور ابو سفیان کے ذمے تمام بہادرانِ اسلام کو رجز اور جوشِ حمیت دلانے کا کام سپرد تھا۔ اگلے حصۂ فوج یعنی طیطلے کے سردار قباث بن اشیم اور سب سے پچھلے حصۂ فوج کے سردار عبداللہؓ بن مسعود تھے۔

سب سے پہلے حضرت خالدؓ کے حکم سے قعقاعؓ بن عمرو نے لڑائی چھیڑ دی۔ دم بھر میں لڑائی سب طرف پھیل گئی اور نہایت ہی قیامت خیز جنگ شروع ہو گئی۔ میدانِ کارزار میں جس طرف نظر جاتی تھی تلواروں کی بجلیاں گر رہی تھیں۔ اور خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ عین اس وقت رومی لشکر میں سے جرجہ نامی نامور پہلوان گھوڑا بڑھا کر میدان میں آیا۔ اور اس نے خالدؓ کو اپنے مقابلہ پر بلایا۔

خالدؓ فوراً اپنے لشکر سے نکل گئے۔ تو اس نے کہا میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں لہٰذا تھوڑی دیر کے لیے آپ مجھے امن و امان سے ملیں۔ اور ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں جناب خالدؓ نے اس کی درخواست قبول کر لی۔ پھر جرجہ نے قریب آکر کہا۔ میں جو پوچھوں آپ سچ سچ بتا دیں۔ کیونکہ آزاد اور بہادر لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے اور امید ہے آپ مجھے دھوکا نہیں دیں گے۔

جرجہ:۔ آپ یہ بتایئے کہ خدا نے آپ کے پیغمبرؐ پر کوئی تلوار آسمان سے اتاری گئی ہے اور ان سے وہ تلوار آپ کو مل گئی ہے۔ کہ جس قوم پر آپ اسے کھینچتے ہیں۔ بغیر شکست

بیئے میان میں نہیں آتی۔

حضرت خالدؓ۔ نہیں۔

جرجہ:۔ تو پھر آپ کو لوگ سیف اللہ کیوں کہتے ہیں۔

حضرت خالدؓ:۔ سنیئے! خدا نے ہم میں اپنے پیغمبرؐ مرسل کو مبعوث کیا۔ میں ان لوگوں میں تھا۔ جنہوں نے ابتداً ان کی تکذیب کی اور اُن سے لڑے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت دی اور میں نے ان کی پیروی اختیار کی۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ تم مشرکین کے حق میں اللہ کی شمشیر برہنہ ہو" اور میرے لیے تائیدِ الٰہی کی دُعا فرمائی یہ سب اسی دُعا کی برکت ہے"

یہ سن کر جرجہ نے کہا۔ اچھا یہ بتائیے آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

جناب خالدؓ بن ولید نے کہا۔ فقط تین باتیں۔ اسلام قبول کر دیا اطاعت قبول کر کے ہمیں جزیہ دو۔ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو لڑیئے اور مقابلہ کیجیئے۔

اس پر جرجہ نے پوچھا یہ بتایئے کہ جو کوئی اسلام قبول کرے اور آپ کی جماعت میں ہو جائے تو اس کا درجہ آپ لوگوں میں کیا ہو گا؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ ہمارا اور اس کا درجہ برابر اور یکساں ہوتا ہے۔

جرجہ نے پوچھا۔ اور اس کو اس کا کچھ اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔

حضرت خالدؓ نے جواب میں کہا۔ بے شک، بلکہ ہم سے بڑھ کر وہ اس لیے کہ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان لائے۔ جبکہ آپؐ ہمیں غیب کی باتیں بتاتے تھے مگر آپ نے معجزات اور خوارق و عادات دیکھے ہی نہیں۔ لہٰذا اگر آپ صدقِ دل اور نیتِ خیر سے پیغمبرِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے تو ہم سے زیادہ افضل ہوں گے۔

جرجہ نے یہ سُنا تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ لشکرِ اسلام میں آ کر مشرف

بہ اسلام ہوا حضرت خالدؓ نے اُسے دین کی تلقین و تعلیم کی۔ پھر اس نے غسل کرکے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضرت خالدؓ کے ہمراہ میدانِ جنگ میں جا کر رومی لشکر سے لڑنے لگا۔

اس وقت لڑائی برابر جاری تھی اور لڑائی بھی وہ لڑائی جو قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہو۔ رومیوں نے ایک ساتھ ایسا زبردست حملہ کیا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور رومی انہیں یہاں تک دھکیلتے اور ہٹاتے چلے گئے کہ مسلمان اپنے لشکر کے اس آخری حصہ پر پہنچ گئے، جہاں تک ان کی معاون فوج ان کے پیچھے خاموش کھڑی تھی۔ اس معاون فوج کے سردار عکرمہؓ اور ان کے چچا حارث بن ہشام تھے۔ لشکرِ اسلام کی اس پسپائی کو دیکھا تو عکرمہؓ نے کہا "آج تک میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر لڑائی میں لڑا ہوں۔ لیکن آج مجھے حمایتِ اسلام میں لڑنے کا موقعہ دیجیے اور جس کو شوقِ شہادت ہو وہ مجھ سے اس بات کا وعدہ کرے۔"

یہ سنتے ہی ان کے چچا حارثؓ، ضرارؓ بن ازدار اور چار شہسوارانِ عرب نے دوڑ دوڑ کر جوش و خروش کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ سب لوگ عکرمہؓ بن ابوجہل کے ساتھ دشمنوں کی صفوں میں گھس پڑے اور حضرت خالدؓ کے آگے یہ سب اصحابِ رسول اللہ علیہ وسلم جان پر کھیل کر لڑے اور ایسے لڑے کہ ان میں کوئی بھی زخمی ہوتے سے نہ بچا۔ جن میں سے بعض تو اچھے ہو گئے اور بعض نے درجۂ شہادت حاصل کر لیا۔ خالدؓ بن ولید اور ان کے ساتھ ہی نومسلم جرجہ بھی بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ دن ڈھلتے ہی جرجہ نے بھی جامِ شہادت نوش کر لیا۔

ظہر اور عصر کی نمازیں تمام جاں نثارانِ اسلام نے دشمنوں سے لڑتے لڑتے اشاروں میں ہی ادا کیں۔ لیکن لڑائی سے منہ نہ موڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں کے قدم لڑکھڑانے لگ گئے۔

یہ حالت دیکھ کر جناب خالدؓ نعرۂ تکبیر بلند کر کے دشمنوں کی فوج کے قلب میں گھس گئے اور ان کے سواروں اور پیدلوں کو مار مار گرانے لگے۔ اس زبردست حملہ سے اکثر رومی سواروں کو شکست ہو گئی۔ چنانچہ وہ پیدلوں کو میدان کارزار میں چھوڑ کر بھاگے۔

لیکن اب پیادوں پر مسلمانوں کی سخت یورش تھی اور وہ بے تحاشہ قتل ہو رہے تھے کٹتے مرتے اور خندقوں کی طرف چلے مگر ان سے زیادہ کوشش خندقوں میں پہنچنے کی ان لوگوں کی تھی جو باہم زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور ان کی مزاحمت میں پیدلوں کو راستہ نہ ملتا تھا۔

فتح اجنادین

بہادرانِ اسلام لڑتے اور دشمنوں کو بھگاتے رومی خندقوں کے پار ہو گئے تھے جہاں وہ دشمنوں کے کیمپ میں داخل ہوئے تو ہرقل کے بھائی تذراق کے خیمے میں اترے تو دشمنوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔

اجنادین کے میدان میں تقریباً ایک لاکھ رومیوں پر شاندار فتح حاصل کر لی گئی۔ تو اس کامرانی کی اطلاع اور مالِ غنیمت دے کر ایک قاصد کو دربارِ خلافت میں روانہ کیا گیا۔ قاصد نے مدینہ پہنچ کر رومیوں پر فتح پانے کے تمام واقعات دربارِ خلافت میں سنائے۔ اس خوشخبری کو سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خدا کا شکریہ ادا کیا اور بہادرانِ اسلام کی قوت اور ترقیٔ اسلام کے لیے درگاہِ ایزدی میں دعا کی۔

قیساریہ پر چڑھائی

یہ شہر بحرِ شام کے ساحل پر واقع ہے اور فلسطین کے اضلاع میں شمار کیا جاتا ہے۔ آج کل ویران پڑا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا اور بقولِ بلاذری کے تین سو بازار تھے۔ اس شہر پر اول ۱۳ھ میں حضرت عمرؓ بن العاص نے چڑھائی کی تھی اور مدت تک محاصرہ کیے پڑے رہے لیکن فتح نہ ہو سکا۔ آخر کار ۱۹ھ حضرت امیر معاویہؓ نے اسے فتح کر لیا۔

محاصرہ بیت المقدس

شجاعِ اسلام حضرت عمروؓ بن العاص نے بعض مقامات

حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کے عہد میں ہی فتح کر لیے تھے۔ اور فاروقی عہد تک نوتابلس ۔ لد ۔ عمواس بیت جرین تمام بڑے بڑے شہروں پر قبضہ ہو چکا تھا۔ جب کوئی عام معرکہ پیش آجاتا تو وہ فلسطین چھوڑ کر حضرت ابوعبیدہؓ سے جا ملتے تھے۔ اور انہیں مدد دیتے تھے۔ لیکن فارغ ہونے کے فوراً بعد واپس آجاتے تھے۔ وہ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آس پاس کے شہروں کو فتح کر کے خاص بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ شام کے انتہائی اضلاع قنسرین وغیرہ فتح کر چکے تھے اور وہ ادھر سے فرصت پا کر بیت المقدس آگئے اور حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ محاصرہ میں شامل ہو گئے۔ عیسائیوں نے ہمت ہار کر صلح کی درخواست کی اور مزید اطمینان کے لیے یہ شرط اضافہ کی کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ خود یہاں آئیں اور معاہدہ صلح ان کے ہاتھوں سے لکھا جائے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو خط لکھا کہ "بیت المقدس کی فتح آپ کی تشریف آوری پر موقوف ہے"۔

حضرت عمرؓ کا سفر بیت المقدس

فاروق اعظمؓ نے تمام معزز صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور مشورہ لیا کہ اس وقت کیا کیا جائے۔ آخر کار امیر المومنینؓ نے سفر کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں۔ اور حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے خلافت کے کاروبار انہیں سپرد کر دیئے۔ اور رجب ۱۶ھ میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔

قارئین کو انتظار ہو گا کہ فاروق اعظمؓ کا سفر اور وہ سفر جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بیٹھانا مقصود تھا کس شان و شوکت سے ہوا ہو گا۔ لیکن یہاں نہ نقارے اور نوبت تھے نہ خدم وحشم اور لاؤ لشکر تو ایک طرف معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا۔ سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین وانصار ساتھ تھے۔ تاہم جہاں تک یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے تو زمین دہل جاتی تھی۔

سرداروں کو اطلاع دی جا چکی تھی۔ کہ جابیہ میں آکر اُن سے ملیں۔ چنانچہ جناب یزیدؓ بن ابی سفیانؓ اور حضرت خالدؓ بن ولید وغیرہ نے یہیں استقبال کیا۔ شام میں رہ کر ان سرداروں کی سادگی باقی نہیں رہی تھی۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے یہ لوگ آئے تو اس ہیئت سے کہ ان کے بدن پر حریر و دیبا کے پیشے اور پرتکلف قبائیں تھیں۔ اور زرق برق پوشاک اور ظاہری شان و شوکت سے عجمی معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا۔ گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اور سنگ ریزے اُٹھا کر ان کی طرف پھینکر بولے "اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں"۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ قباؤں کے نیچے ہتھیار ہیں۔ یعنی سپہ گری کا جوہر ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ فرمایا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

شہر کے قریب پہنچے تو ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر ڈالی۔ غوطہ کا دلفریب سبزہ زار اور دمشق کے بلند و شاندار مکانات سامنے تھے۔ دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ عبرت کے لہجہ میں یہ آیت پڑھی کَمْ تَرَکُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۔۔۔۔ الخ پھر نابغہ کے چند حیرت انگیز اشعار پڑھے۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا۔ اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی یہیں لکھا گیا۔ وہاں کے عیسائیوں کو حضرت عمرؓ کی خبر پہلے سے پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ رئیسانِ شہر کا ایک گروہ ان سے ملنے کے لیے دمشق کو روانہ ہوا۔ امیر المومنینؓ فوج کے حلقہ میں بیٹھے تھے کہ دفعتاً کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ جو گھوڑے اڑاتے آرہے تھے۔ اور کمر میں تلواریں چمک رہی تھیں۔ مسلمانوں نے فوراً ہتھیار سنبھال لیے۔ فاروق اعظمؓ نے پوچھا، خیر تو ہے۔ لوگوں نے سواروں کی طرف اشارہ کیا۔ آپؓ نے فراست سے سمجھا کہ بیت المقدس کے عیسائی ہیں۔ فرمایا گھبراؤ نہیں۔ یہ لوگ امان طلب کرنے آرہے ہیں۔

عہد نامہ صلح

الغرض آپؓ نے جو عہد نامہ صلح لکھ کر مفتوح قوم کے حوالے کیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذاہب والوں کے لیے ہے۔ نہ ان کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کی جائے نہ وہ ڈھائے جائیں۔ نہ ان کو یا ان کے احاطوں کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ نہ مذہب کے بارے میں ان پر جبر کیا جائے گا۔ ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر نکل جانا چاہے۔ وہ بھی مامون ہے تا آنکہ وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے۔ اس تحریر پر خدا، رسول، خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ اس پر خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن العاص، عبد الرحمنؓ بن عوف اور معاویہؓ بن ابی سفیان گواہ ہیں۔"

معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا۔ گھوڑا جو سواری میں تھا۔ اس کے سم گھس کر بے کار ہو گئے تھے اور رک رک کر قدم رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر اتر پڑے۔ لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا۔ آپ سوار ہوئے تو الیل کرنے لگا۔ فرمایا "یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی" یہ کہہ کر آپ اتر پڑے اور پیادہ پیادہ چلے۔ بیت المقدس قریب آیا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ اور سرداران فوج استقبال کو آئے۔

حضرت عمرؓ کا لباس اور سرو سامان جس معمولی حیثیت کا تھا۔ اسے دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور قیمتی پوشاک حاضر کی۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ "خدا نے جو عزت ہمیں دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی بس ہے"۔ غرض اس حال میں امیر المومنینؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے مسجد میں گئے۔ محراب داؤد کے پاس پہنچ کر سورۂ داؤد کی

آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔ پھر عیسائیوں کے گرجا میں آئے اور ادھر اُدھر پھرتے رہے۔

چونکہ یہاں اکثر افسران فوج اور عمّال جمع ہو گئے تھے۔ کئی دن قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔ ایک دن حضرت بلال رضؓ مؤذنِ رسول اللہؐ نے آکر شکایت کی۔ ہمارے افسر پرندہ کا گوشت اور میدہ کی روٹیاں کھاتے ہیں۔ لیکن عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے افسروں کی طرف دیکھا۔ تو انہوں نے عرض کی۔ کہ اس ملک میں تمام چیزیں عام ہیں۔ جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے۔ یہاں اسی قیمت پر پرندے کا گوشت اور میدہ ملتا ہے۔ آپ رضؓ افسروں کو مجبور نہ کر سکے لیکن حکم دیا کہ مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کو کھانا بھی مقرر کر دیا جائے۔

ایک دن نماز کے وقت حضرت بلال رضؓ سے درخواست کی کہ آج اذان دو۔ بلال رضؓ نے کہا، میں عزم کر چکا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔ لیکن آج اور صرف آج آپ کا ارشاد بجا لاؤں گا۔ اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہ رضؓ کو عہدِ رسول اللہؐ مبارک یاد آگیا اور رقت طاری ہو گئی۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ اور معاذ رضؓ بن جبل روتے روتے بے تاب ہو گئے۔ اور حضرت عمر رضؓ کی ہچکی بندھ گئی اور دیر تک یہی سماں رہا۔

فتح مصر مصر کی فتح کے بانی مبانی حضرت عمرو رضؓ بن العاص ہیں۔ وہ اسلام سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے اور مصر ان کی تجارت کا لا نگاہ تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے شام کا جو اخیر سفر کیا اس میں عمرو رضؓ بن العاص نے مصر کے بارے میں حضرت عمر رضؓ سے گفتگو کی تو حضرت عمر رضؓ نے پہلے احتیاط کے لحاظ سے انکار کیا اور لیکن عمرو رضؓ بن العاص کے اصرار پر راضی ہو گئے اور چار ہزار فوج ساتھ کر دی اور فرمایا عمرو رضؓ خدا کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔

غرض حضرت عمرو رضؓ بن العاص عریش سے ہوتے ہوئے فرما پہنچے۔ یہ شہر

بحرِ روم کے کنارے پر تھا لیکن اب ویران پڑا ہے۔ اس زمانہ میں یہ آباد تھا۔ اور جالینوس کی زیارت گاہ ہونے کی وجہ سے ایک ممتاز شہر تصور کیا جاتا تھا۔ یہاں سرکاری فوج رہتی تھی اس نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا اور ایک ماہ معرکہ کا بازار گرم رہا۔ بالآخر رومیوں نے شکست کھائی۔ بہادرِ اسلام حضرت عمروؓ بن العاص فرما سے چل کر بلبیس اور امّ دینس کو فتح کرتے ہوئے فسطاط میں وارد ہوئے۔ یہاں سرکاری قلعہ تھا اور رومی سلطنت کے حکام جو مصر میں رہتے تھے۔ یہاں رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ یہ دریائے نیل پر واقع تھا، جہاز اور کشتیاں قلعہ کے دروازے پر آکر لگتی تھیں۔ ان وجوہات سے سرکاری ضروریات کے لیے نہایت موزوں مقام تھا۔ جناب عمروؓ بن العاص نے اس پر نظر رکھتے ہوئے محاصرہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

مقوقس جو مصر کا فرماں روا تھا۔ اور قیصر کا باجگذار تھا۔ حضرت عمرؓ بن العاص سے پہلے ہی قلعہ میں پہنچ چکا تھا اور لڑائی کا بندوبست کرنے لگا۔ قلعہ کی مضبوطی اور فوج کی قلّت دیکھ کر عمروؓ بن العاص نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور اعانت طلب کی۔ انہوں نے دس ہزار فوج اور چار افسر روانہ کیے اور خط میں لکھا کہ ان افسروں میں ایک ایک ہزار سوار کے برابر ہے، یہ افسر زبیرؓ بن العوام، عبادہؓ بن صامت، مقدادؓ بن عمروؓ سلمہ زبیرؓ کا جو رتبہ تھا۔ اس کے لحاظ سے عمروؓ بن العاص نے انہیں افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے سپرد کر دیئے۔ انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا۔ اور جہاں جہاں مناسب تھا۔ مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے مقرر کر دیئے۔ اس کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کیے اور پورے سات مہینے گزر گئے اور فتح شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ حضرت زبیر نے ایک دن تنگ آکر کہا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار میان سے نکال لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ چند اور صحابہؓ نے ان کا ساتھ دیا۔ فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر

کے نعرے بلند کیے۔ ساتھ ہی بہادرانِ اسلام نے بھی نعرہ مارا تو قلعہ کی زمین دہل گئی عیسائی یہ سمجھے کہ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ ادھر جناب زبیر نے فصیل سے اُتر کر قلعہ کا دروازہ فوراً کھول دیا تو بہادرانِ اسلام اندر گھس آئے مقوقس نے یہ دیکھا تو صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔

مسلمانوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی شہر یا ملک کو فتح کرتے تو وہاں کے رہنے والوں کو بدستور سابق انہیں کے طور طریقے اور حالتوں پر رہنے دیتے ان کے مذہب و معاملات اور ان کی تمدنی و انتظامی وغیرہ حالتوں میں کسی قسم کا تعرض نہ کرتے۔ چنانچہ فاتح مصر حضرت عمروؓ بن العاص نے بھی وہاں ایسا ہی کیا۔ یعنی قبطیوں کی حکومت اور انتظامی حالت خود انہیں کے ہاتھوں میں رہنے دی۔ حتیٰ کہ قبطی لوگ اپنے ہی گروہ میں اپنا قاضی بھی مقرر کرتے جو ان کے معاملات کا فیصلہ کرتا تھا اور بہت سے مفتوحہ ممالک میں مسلمانوں کا یہی طرزِ عمل رہا۔

اسکندریہ پر چڑھائی

مصر کی فتح کا حال جب ہرقل کو معلوم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اور مقوقس کو لکھ بھیجا کہ قبطی اگر عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو رومیوں کی تعداد کیا کم تھی۔ الغرض اس نے ایک عظیم الشان فوج روانہ کی۔ کہ اسکندریہ پہنچ کر مسلمانوں کے مقابلے میں لڑے۔

اِدھر حضرت عمروؓ بن العاص نے فسطاط کی فتح کے بعد یہاں چند روز تک قیام کیا۔ اور یہیں سے دربار خلافت میں لکھا کہ فسطاط فتح ہو چکا۔ اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجیں چڑھائی جائیں۔ وہاں سے منظوری آ گئی تو اسلام کا عظیم جرنیل عمروؓ بن العاص اسکندریہ کی طرف چل پڑا یہ ۲۱ ھ تھا۔

اسکندریہ اور فسطاط کے درمیان میں رومیوں کی جو آبادیاں تھیں۔ انہوں نے سدِّ راہ ہونا چاہا اور ان کی ایک عظیم جماعت جس میں ہزاروں قبطی بھی شامل تھے فسطاط

کی طرف بڑھی کہ مسلمانوں کو وہیں روک دیں مقام کبریوں میں دونوں حریفوں کا سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے نہایت جوش و خروش سے جنگ کی اور بے شمار عیسائی مارے گئے۔ اس کے بعد کسی نے روک ٹوک کی جرأت نہ کی اور سپہ سالارِ اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ پہنچ کر دم لیا۔

مقوقس جزیہ دے کر صلح کرنا چاہتا تھا۔ لیکن رومیوں کے ڈر سے نہ کر سکتا تھا۔ تاہم اس نے درخواست کی کہ ایک مدت معین کے صلح ہو جائے۔ اسلامی جرنیل عمرو بن العاص نے انکار کر دیا۔

مقوقس نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لیے شہر کے تمام آدمیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار لگا کر شہر پناہ کی فصیل پر مسلمانوں کے آمنے سامنے صف جما کر کھڑے ہو جائیں۔ اس حکم میں عورتیں بھی شامل تھیں اور اس لیے کہ پہچانی نہ جا سکیں اور انہوں نے شہر کی طرف منہ کر لیے تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص نے مقوقس کو کہلا بھیجا کہ "ہم تمہارا مطلب سمجھ گئے ہیں لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے اب تک جو ملک فتح کیے۔ وہ کثرتِ فوج کے بل بوتے پر نہیں کیے۔ تمہارا بادشاہ ہرقل جس سروسامانی سے ہمارے مقابل آیا اور جو نتیجہ ہوا۔ وہ تم سے مخفی نہیں۔"
مقوقس نے کہا "سچ ہے یہی عرب ہیں جنہوں نے ہمارے بادشاہ کو قسطنطنیہ پہنچا کر چھوڑا۔"

اس پر رومی سردار نہایت غضبناک ہوئے۔ مقوقس کو بہت برا بھلا کہا اور لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ادھر مسلمان بھی تیار ہو گئے۔ رومی کبھی کبھی قلعہ سے باہر نکل نکل کر لڑتے تھے ایک دن زبردست لڑائی ہوئی تیر و خدنگ سے گزر کر تلواروں تک نوبت آگئی۔ ایک

رومی بہادر صف سے نکل کر آیا اور بولا، جس کو دعویٰ ہو، تنہا میرے مقابلہ میں آئے۔ مسلمہؓ بن مخلد نے گھوڑا بڑھایا۔ رومی نے انہیں زمین پر دے ٹپکا اور جھک کر تلوار مارنا چاہتا تھا کہ ایک سوار نے آ کر جان بچائی۔ عمروؓ بن العاص کو اس پر اس قدر غصہ آیا کہ متانت ایک طرف جناب مسلمہؓ کے رتبہ کا بھی لحاظ نہ رہا اور بولے "زنخوں کو میدانِ جنگ میں آنے کی کیا ضرورت ہے"۔ مسلمہؓ کو نہایت ناگوار گزرا مگر مصلحت کے پیشِ نظر کچھ نہ کہا۔

لڑائی کا زور اسی طرح تھا۔ آخر مسلمانوں نے اسی طرح دل توڑ کر حملہ کیا۔ کہ رومیوں کو دباتے ہوئے قلعہ کے اندر گھس گئے۔ دیر تک قلعہ کے صحن میں معرکہ ہوتا رہا۔ آخر رومیوں نے سنبھل کر ایک ساتھ حملہ کیا اور مسلمانوں کو قلعہ سے باہر کر کے دروازے بند کر دیئے۔ اس اثناء میں حضرت عمروؓ بن العاص، مسلمہؓ اور دو اور شخص قلعہ کے اندر رہ گئے۔ رومیوں نے انہیں گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن جب ان بہادرانِ اسلام نے مردانہ وار جان دینا چاہی تو انہوں نے کہا دونوں طرف سے ایک ایک آدمی مقابلے کو نکلے۔ اگر ہمارا آدمی مارا گیا۔ تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ کہ قلعہ سے نکل جاؤ۔ اور تمہارا آدمی مارا جائے۔ تو تم سب ہتھیار ڈال دو۔

اس شرط پر حضرت عمروؓ بن العاص نہایت خوش ہوئے۔ اور منظور کر کے خود ہی مقابلہ کے لئے نکلنا چاہا۔ مسلمہؓ نے روکا کہ آپ فوج کے سردار ہیں۔ آپ پر آنچ آئی تو انتظام میں خلل ہوگا۔ یہ کہہ کر جناب مسلمہؓ نے گھوڑا بڑھایا۔ رومی بہادر بھی ہتھیار سنبھال چکا تھا۔ دیر تک وار ہوتے رہے۔ بالآخر بہادر مسلمہؓ نے ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ رومی بہادر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

رومیوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں کوئی سردار بھی ہے۔ انہوں نے اقرار کے موافق قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور یہ چاروں بہادرانِ اسلام قلعہ سے باہر نکل آئے۔ راستے

بن عمرو بن العاص نے جناب سلمہ رضؓ سے اپنی پہلی گستاخی کی معافی مانگی۔ انہوں نے نہایت فراخدلی سے معاف کر دیا۔

محاصرہ جس قدر طول کھینچتا چلا جاتا تھا۔ حضرت عمر کو زیادہ پریشانی ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ دربار خلافت سے عمرو بن العاص کے نام خط آیا اور اس میں لکھا تھا۔ "شاید تم لوگ وہاں رہ کر عیسائیوں کی طرح عیش پرست ہو گئے ہو۔ ورنہ فتح میں اتنی دیر نہ ہوتی جس دن میرا یہ خط پہنچے، تمام فوج کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دو اور پھر اسی طرح حملہ کرو کہ جن کو میں نے افسر کر کے بھیجا تھا۔ وہ فوج کے آگے ہوں اور تمام فوج ایک دفعہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔"

فتح اسکندریہ

امیر لشکر اسلام حضرت عمرو بن العاص نے تمام فوج کو یکجا کر کے خطبہ پڑھا اور ایک پراثر تقریر کی جس میں جانثاران اسلام میں زبردست جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ جناب عبادہ بن صامت کو جو رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے تھے۔ بلا کر کہا۔ اپنا نیزہ مجھے دیجیے، خود سر سے عمامہ اُتارا اور نیزہ پہ لگا کر ان کے حوالے کیا کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے اور آج سپہ سالار آپؓ ہیں۔ حضرت زبیرؓ بن العوام اور جناب مسلمہؓ بن مخلد کو فوج کا ہراول مقرر کیا۔ غرض اس عزم اور سروسامان سے قلعہ پر دھاوا بولا، کہ پہلے ہی ہلے میں شہر فتح ہو گیا۔

مژدۂ فتح اور دربار خلافت

اسلام کے اس عظیم جرنیل (عمرو بن العاص) نے اسی وقت معاویہ بن خدیج کو بلا کر کہا "جس قدر تیز جا سکو جاؤ اور امیر المومنین رضؓ کو مژدۂ فتح سناؤ"، معاویہ اونٹنی پر سوار ہوئے اور دو منزلہ سہ منزلہ کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اس لیے یہ خیال کیا کہ یہ آرام کا وقت ہے بارگاہِ خلافت میں جانے سے پہلے سیدھے مسجد نبویؐ کا رُخ کیا۔ اتفاق سے ادھر حضرت عمرؓ کی لونڈی آنکلی اور انہیں مسافر کی ہیئت میں دیکھ

پوچھا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ معاویہ بن خدیج نے کہا۔ اسکندریہ سے۔

لونڈی نے اس وقت جا کر خبر دی اور فوراً ہی واپس چلی آئی اور بولی چلو تمہیں امیر المومنین رضی اللہ عنہ بلاتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اتنا بھی انتظار نہ کر سکتے تھے۔ خود چلنے کے لیے تیار ہوئے اور چادر سنبھال رہے تھے کہ معاویہ پہنچ گئے۔ فتح کا حال سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ اُٹھ کر مسجد میں آئے اور منادی کرا دی کہ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ سنتے ہی مدینہ اُمڈ آیا۔ معاویہ نے سب کے سامنے فتح اسکندریہ کے حالات بیان کیے۔

وہاں سے اُٹھ کر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر گئے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے لونڈی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے وہ روٹی اور روغن زیتون لائی۔ مہمان کے آگے رکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے، میرے پاس سیدھے کیوں نہیں چلے آئے۔ انہوں نے کہا، میں نے خیال کیا کہ یہ آرام کا وقت ہے۔ شاید آپ سو رہے ہوں۔ فرمایا "افسوس تمہارا میری نسبت یہ خیال ہے، میں دن کو سوؤں گا تو خلافت کا بار کون سنبھالے گا"!؟

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اسکندریہ کی فتح کے بعد، فسطاط کو واپس چلے گئے اور وہاں نیا شہر بسایا۔

مزید فتوحات

اسکندریہ اور فسطاط کے بعد اگرچہ برابر کا کوئی حریف نہیں رہا تھا۔ تاہم چونکہ مصر کے تمام اضلاع میں رومی پھیلے ہوئے تھے۔ اس لیے امیر لشکرِ اسلام حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے ہر طرف تھوڑی تھوڑی فوجیں روانہ کیں کہ آئندہ کسی خطرے کا احتمال نہ رہے۔ چنانچہ خارجہ بن حذافۃ العدوی فیوم، اشمونین، اخمیم، البشرودات، معید اور اس کے تمام مضافات میں چکر لگاٹے اور ہر جگہ لوگوں نے خوشی سے جزیہ دینا قبول کیا۔ اسی طرح عمیر بن وہب الجمحی نے تنیس دمیاط، تونہ، دمیرہ، شطا، دقہلہ، بنا، بوصیر کو مسخر کیا۔ عقبہ بن عامر نے مصر

کے تمام نشیبی حصے فتح کیے۔ چونکہ ان لڑائیوں میں نہایت کثرت سے قبطی اور رومی گرفتار ہوئے تھے۔

فاتح مصر و فلسطین اور اسلام کے مایۂ ناز عظیم جرنیل حضرت عمروؓ بن العاص نے دربارِ خلافت کو لکھا کہ ان قیدیوں کے بارے میں کیا کیا جائے۔ امیر المومنینؓ نے جواب میں لکھا کہ سب کو بلا کر کہہ دو کہ ان کو اختیار ہے، مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں اگر اسلام قبول کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ورنہ جزیہ دینا ہوگا جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے۔ جناب عمروؓ بن العاص نے تمام قیدیوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں تھے ایک جگہ جمع کیا۔ عیسائی سرداروں کو بھی طلب کیا، مسلمان اور عیسائی الگ الگ ترتیب سے آمنے سامنے بیٹھے درمیان میں قیدیوں کا گروہ تھا۔ پھر فرمانِ خلافت پڑھا گیا تو بہت سے قیدیوں نے جو مسلمانوں میں رہ کر اسلام کے ذوق سے آشنا ہو گئے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور بہت سے اپنے مذہب پر قائم رہے۔

گورنر جنرل مصر مصر کو حضرت عمرؓ نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ بالائی حصہ جس کو عربی میں صعید کہتے ہیں اور اس میں ۲۸ ضلعے شامل تھے ایک الگ صوبہ قرار دے کر عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور نشیبی حصہ جس میں ۱۵ اضلاع شامل تھے، اس پر ایک دوسرا افسر تعینات کیا۔ اور حضرت عمروؓ بن العاص بطورِ گورنر جنرل بنا دیئے گئے۔

یاد رفتہ کچھ لوگ حضرت عمروؓ بن العاص کی عیادت کو آئے تو دیکھا وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ رونے لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یہ بشارتیں نہیں دے چکے تھے؟

انہوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاص رضؓ نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔
پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے "میرے پاس افضل دولت۔۔
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه کی شہادت ہے۔ مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں۔"

✹ ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپؐ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر اس حالت میں مر جاتا تو یقیناً جہنمی مرتا۔

✹ پھر ایک وقت ایسا آیا۔ جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ہاتھ بڑھایئے، میں بعیت کرتا ہوں۔ آپ نے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا۔ عمرو! تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ ایک شرط چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ کون سی شرط۔ میں نے عرض کیا۔ یہ شرط کہ میری تشفی ہو جائے۔ اس پر ارشاد ہوا۔ اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے۔ حج بھی مٹا دیتا ہے۔ (یہ روایت ابنِ عاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے) اس وقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسولؐ کے سوا زیادہ مجھے کوئی انسان محبوب اور نہ رسولؐ اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی میں سچ کہتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ ہی نہیں سکتا تھا اگر میں اس حالت میں مر جاتا۔ تو میرے جنتی ہونے کی پوری امید تھی"؟

✹ پھر ایک زمانہ آیا۔ جس میں ہم نے بہت سے اونچے نیچے کام کئے۔ میں نہیں جانتا کہ اب میرا کیا حال ہوگا؟"

آخری لمحات حضرت عمروؓ بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے، جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں۔ مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے" لوگوں کو یہ بات یاد تھی۔ جب وہ خود اس منزل پر پہنچ گئے تو عبداللہ ابن عباس نے یہ معقولہ یاد دلایا۔ ایک روایت ہے کہ خود ان کے بیٹے نے سوال کیا تھا۔

آخری کلمات الغرض مصر و فلسطین کے چپے چپے پر اسلام کا جھنڈا لہرانے والا عظیم مسلم جرنیل حضرت عمروؓ بن العاص جب موت کے بالکل قریب آگیا۔ تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا دیئے۔ مٹھیاں کس لیں۔ اور بارگاہ ایزدی میں یہ دُعا کرنے لگا۔

" الٰہی تو نے حکم دیا اور ہم نے حکم عدولی کی۔ الٰہی تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ الٰہی میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شاملِ حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا"

اس کے بعد تین مرتبہ کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ثانئِ اسلام، غار و بدر و قبر

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اپنوں اور غیروں کی نظر میں

مؤلف

حفیظ اللہ خان منظر

(زیر طبع)

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (القرآن)

(بے شک اللہ تو اُن کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں)

اسلام کے (۴) چار عظیم جرنیل رضؓ

اور

اُن کے حیرت انگیز کارنامے

(۱) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (فاتح ایران) (۲) حضرت خالدؓ بن ولید (فاتح عراق و شام)

(۳) حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح (فاتح شام) (۴) حضرت عمروؓ بن العاص (فاتح مصر و فلسطین)

مرتبہ: حفیظ اللہ خان منظر

رابعہ بک ہاؤس، بخشی مارکیٹ، انارکلی، لاہور